زاہد الحسینی صاحب کی "وجوہات کفر"

پر

تبصرہ

از قلم

قاضی محمد نذیر صاحب فاضل
ناظر اشاعت لٹریچر و تصنیف

"زاہد الحسینی صاحب کی وجوہات کفر"

پر

تبصرہ

از قلم

جناب قاضی محمد نذیر صاحب فاضل

ناظر اشاعت لٹریچر و تصنیف

شائع کردہ

نظارت اشاعت لٹریچر و تصنیف

صدر انجمن احمدیہ (پاکستان) ربوہ

بانیِ سلسلہ احمدیہ کا مذہب

اسلام ہے

کیونکہ وہ تحریر فرماتے ہیں:۔

"وہ تمام امور جن پر سلف صالحین کو

اعتقادی اور عملی طور پر اجماع تھا اور وہ امور

جو اہل سنت کی اجماعی رائے سے اسلام

کہلاتے ہیں۔ ان سب کا ماننا فرض ہے۔"

(ایام الصلح ص)

جماعت احمدیہ

خدا کے فضل سے اس پر کاربند ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

دارالاشاعت اٹک شہر نے ایک کتابچہ "مسلمان قادیانیوں کو کیوں کافر سمجھتے ہیں؟" مصنفہ زاہد الحسینی صاحب شائع کیا ہے مؤلف نے بزعم خود اس کتابچہ میں احمدیوں کی وجوہ کفر بیان کی ہیں اس سلسلہ میں حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ اور احمدیوں کی جو تحریرات پیش کی ہیں اُن کے معنے خلاف منشائے متکلم گھڑ کر وجوہاتِ کفر تراشنے کی کوشش کی ہے اور سخت تلبیس سے کام لیا ہے۔

میں ذیل میں ان کی پیش کردہ وجوہاتِ کفر کا جائزہ لے کر اُن پر اپنا تبصرہ پیش کرتا ہوں تا زاہد الحسینی صاحب کے کتابچہ کو پڑھنے والا ان کے فریب اور تلبیس سے آگاہ ہو سکے۔

کفر کی وجہِ اوّل زاہد الحسینی صاحب نے کفر کی پہلی وجہ بتانے کے لئے حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے متعلق لکھا ہے:۔

"مرزا قادیانی نے لکھا ہے اور میرا مقام یہ ہے کہ میرا خدا عرش پر سے میری تعریف کرتا ہے اور عزت

دیتا ہے" (عقیدہ نزول المسیح صفحہ ۹)

اس پر مؤلف کتابچہ کو یہ اعتراض ہے۔

"ساری کائنات زمین ۔ آسمان ۔ جن فرشتے ۔ انبیاء
علیہم السلام اور سب انسان اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتے
ہیں قرآن عزیز کا ارشاد ہے ۔ الحمد للہ ولہ
الحمد والحمد للہ رب العلمین ۔۔۔ قل
الحمد للہ ۔"

معترض کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ اس کے نزدیک خدا کسی کی تعریف نہیں کیا کرتا اور چونکہ حضرت مرزا غلام احمد بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے کہا ہے کہ خدا میری تعریف کرتا ہے لہٰذا یہ کفر کا کلمہ ہے اور اس وجہ سے مرزا صاحب اور ان کے ماننے والے کافر ہوئے۔

الجواب خدا تعالیٰ نے تو تمام انبیاء کی تعریفیں کی ہیں ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق فرمایا ہے ۔

"اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا
وَّ دَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ سِرَاجًا مُّنِيْرًا ۝"
(الاحزاب آیت ۴۶-۴۵)

یعنی اے نبی ہم نے تمہیں گواہی دینے والا ۔ بشارت دینے والا ۔ انذار کرنے والا اور اللہ کے حکم سے اس کی طرف بلانے والا اور روشن چراغ بناکر بھیجا ہے۔

نیز آپ کو خاتم النبیین کہہ کر آپ کی تعریف کی ہے ۔ نیز فرمایا ہے:۔

"عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا"

کہ عنقریب تمہیں حمد کئے ہوئے یعنی قابل تعریف مقام پر تمہارا رب اٹھائے گا۔

اس جگہ خدا تعالیٰ نے اس مقام کی تعریف کی ہے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہونے والا ہے ۔ اس سے ظاہر ہے کہ خدا بھی حمد کرتا ہے

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تعریف میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

"اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ ۝" (توبۃ آیت ۱۱۴)

کہ ابراہیم علیہ السلام بڑے دردمند اور بردبار تھے۔

نیز فرمایا:۔

"اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ۝" (مریم آیت ۴۲)

وہ ہمیشہ سچ بولنے والے نبی تھے

اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعریف میں فرمایا ہے:۔

"وَجِيْهًا فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ
الْمُقَرَّبِيْنَ ۝" (آل عمران آیت ۴۶)

کہ وہ دنیا اور آخرت میں وجاہت رکھنے والے ہیں اور خدا کے مقرب ہیں۔

غرض خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں سب انبیاء کی کوئی نہ کوئی تعریف کی ہے
خدا تعالیٰ چونکہ قرآنی بیان "اِسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ" کے

مطابق عرش پر ہے لہٰذا اُس نے سب انبیاء کی عرش سے ہی تعریف
کی ہے۔ اگر خدا تعالیٰ کی طرف سے اپنے کسی پیارے کی تعریف کفر کی
وجہ ہو سکتی ہے تو معاذ اللہ سب انبیاء اور ان کے ماننے والے
کافر قرار پائیں گے جن کی خدا تعالیٰ نے عرش سے تعریف کی ہے اور خدا
تعالیٰ نے سب سے بڑھ کر عرش سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی تعریف کی ہے کیونکہ حضورؐ کے متعلق فرمایا:۔

"ثُمَّ دَنٰی فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ
اَدْنٰی۔" (النجم آیت ۸ و ۹)

پھر آپؐ خدا سے اس قدر قریب ہوئے کہ خدا اور آپؐ میں
دو کمانوں کے وتر کی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ اتصال
حاصل ہو گیا

قرآنی آیات میں بے شک یہ فرمایا گیا ہے کہ سب تعریفیں اللہ کی ہیں
اور سب تعریفیں اللہ رب العالمین کی ہیں اور بے شک یہ بھی حکم ہے کہ
اے نبی کہہ دو کہ سب تعریفیں اللہ کی ہیں۔ لیکن اس کے باوجود قرآن مجید
میں انبیاء کی تعریفیں خدا کی طرف سے مذکور ہیں۔ پس خدا تعالیٰ کا اپنے
نبیوں۔ رسولوں۔ اولیاء اور فرشتوں کی تعریفیں کرنا ثابت ہے تو پھر
الحمد للہ والی آیتوں کا صاف مطلب یہ ہوا کہ مرجع دراصل ان سب
تعریفوں کا اللہ تعالیٰ ہی ہے کیونکہ خدا تعالیٰ جو تعریف بھی کسی نبی
یا فرشتے کی کرتا ہے چونکہ یہ تعریف اُسے خدا کی طرف سے ملتی ہے

لہٰذا مرجع ان تعریفوں کا بھی جو انبیاء اور فرشتوں کو حاصل ہوتی
ہیں۔ حقیقت میں خدا تعالیٰ ہی ہوتا ہے اور اصل تعریف بھی وہی
ہوتی ہے جو بندے کو خدا تعالیٰ کی طرف سے ملتی ہے جو سب تعریفوں
کا منبع اور سرچشمہ ہے اور سب تعریفوں کا وہی دراصل مستحق ہے

کفر کی وجہ دوم:

معترض لکھتا ہے:۔

"مرزا قادیانی نے لکھا ہے خدا وہیں کھڑا ہوتا ہے
جہاں تو کھڑا ہوتا ہے۔" (تذکرہ صفحہ ۲۹۱)

معترض لکھتا ہے:۔

"اس عبارت میں ایک تو خدا کا بدن ثابت کیا ہے
کھڑا ہونا۔ ٹھہرنا یہ تو بدن کے عمل ہیں اور پھر اس
میں اپنے آپ کو خداوند قدوس سے اعلیٰ بتایا ہے کہ
جہاں مرزا کھڑا ہوتا ہے وہاں اللہ تعالیٰ بھی کھڑا
ہوتا ہے۔" (دکھ بھیہ مذکور صفحہ ۲)

الجواب تذکرہ صفحہ ۲۹۱ سے جہاں سے معترض نے یہ عبارت
لکھی ہے وہاں دراصل حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کا یہ
الہام مذکور ہے:۔

"اِنَّ اللّٰہَ مَعَکَ۔ اِنَّ اللّٰہَ یَقُوْمُ اَیْنَمَا قُمْتَ"

کو بے شک خدا تیرے ساتھ ہے بے شک اللہ کھڑا ہوتا ہے جہاں تو کھڑا ہو۔

معترض نے اس الہام کے آخری حصہ کا یہ ترجمہ درج کیا ہے :۔

"کہ خدا وہیں کھڑا ہوتا ہے جہاں تو کھڑا ہوتا ہے"

لیکن معترض کی دیانت داری ملاحظہ ہو اس نے ترجمہ کے آگے جو تشریح درج ہے اُسے بالکل چھوڑ دیا ہے اور اعتراض جڑ دیا ہے کہ خدا کے لئے بدن ثابت کیا ہے اور اپنے کو خدا سے اعلیٰ بتایا ہے۔ حالانکہ اس الہام کے ترجمہ کے ساتھ اس کی تشریح بھی آگے خود حضرت بانی سلسلہ احمدیہ تذکرہ صفحہ ۲۹۱ پر تحریر فرماتے ہیں۔ پوری عبارت ملاحظہ ہو :۔

"یعنی خدا تیرے ساتھ ہے اور خدا وہیں کھڑا ہوتا ہے جہیں تو کھڑا ہو یہ حمایت الٰہی کے لئے ایک استعارہ ہے۔"

پس جب ملہم نے اپنے اس الہام کا مفہوم حمایت الٰہی قرار دیا ہے جو خدا کے آپؑ کے ساتھ کھڑا ہونے کا مفہوم ہے جہاں آپؑ کھڑے ہوں۔ تو معترض کا یہ اعتراض باطل ہوا کہ خدا کے کھڑا ہونے سے" اس کا بدن ثابت کیا ہے یا اپنے آپ کو خدا سے اعلیٰ بتایا ہے بلکہ مقصود اس الہام کا یہ ہے کہ خدا آپؑ کے ساتھ یعنی آپؑ کی تائید میں ہے اور اس کی حمایت آپؑ کو حاصل ہے۔

پھر اس الہام کے آگے تذکرہ میں خود بانیٔ سلسلہ احمدیہ کا ایک

نوٹ اس الہام کی وضاحت اور تشریح اور اس کے پورا ہونے کے بارہ میں یوں درج ہے :۔

"یہ الہام بذریعہ ایک چھپے ہوئے اشتہار مورخہ ۲۱ دسمبر (۱۸۹۶ء) کے قبل جلسہ ہذا میں دو روز کے اندر ہی دور و نزدیک شائع کیا گیا اور سب لوگوں کو اس بات سے آگاہی دی گئی کہ ہمارا ہی مضمون غالب رہے گا۔ پس ایسا ہی ہوا کہ اس جلسہ (مذاہب عالم۔ ناقل) میں جس قدر مضامین پڑھے گئے تھے۔ ان سب پر ہمارا مضمون غالب اور فائق رہا اور خود اس جلسہ کے وکلاء نے پلیٹ فارم پر کھڑے ہو کر گواہیاں دیں کہ مرزا صاحب کا مضمون سب پر غالب رہا اور انگریزی اخبار سول ملٹری گزٹ اور پنجاب ابزرور اور دیگر اخباروں نے بڑے زور سے گواہی دی کہ ہمارا مضمون سب مضامین پر غالب رہا۔"

(نزول المسیح صفحہ ۱۹۵)

اس کے بعد جلسہ مذاہب عالم کے منتظمین کی رپورٹ کی صفحہ ۹۷ کی عبارت درج ہے جس میں اس مضمون کی مقبولیت کا اعتراف ہے۔ پس جہاں تو کھڑا ہوتا ہے وہاں خدا کھڑا ہوتا ہے۔ کے الہام میں اس مضمون کے لئے حمایت الٰہی کا ذکر تھا۔ جس کے بارہ میں اس کے غالب

آنے کی پیشگوئی جلسہ مذاہبِ اعظم سے بھی پہلے بذریعہ اشتہار شائع کر دی گئی تھی۔

پس خدا کے کھڑا ہونے سے یہ یعنی اخذ کرنا خدا کا بدن تسلیم کیا گیا ہے محض معترض کی نادانی ہے جو قرآن مجید سے بھی ناواقف معلوم ہوتا ہے کیونکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ اپنی شان میں خود فرماتا ہے:-

"اَفَمَنْ هُوَ قَآئِمٌ عَلٰى كُلِّ نَفْسٍ"

(الرعد: ۳۴)

کیا وہ (خدا) جو ہر نفس پر کھڑا ہے۔

اب معترض بتائے جب قرآن مجید میں بھی خدا کے ہر نفس پر کھڑا ہونے کا ذکر موجود ہے تو کیا قرآن مجید میں خدا تعالیٰ اپنا بدن اور جسم ثابت کرنا چاہتا ہے؟ ہرگز نہیں۔

پھر قرآن مجید میں ہے:-

"اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا"

(النحل: ۱۲۸)

کہ خدا تعالیٰ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے تو کیا اس کے ساتھ ہونے سے مراد نصرت اور حمایت الٰہی نہیں؟ بلکہ خدا کے لئے جسم اور بدن ثابت کرنا مقصود ہے؟ ہرگز نہیں۔

پھر قرآن مجید میں خدا مومنوں سے فرماتا ہے:-

"فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ" (بقرہ: ۱۲۵)

پس تم لوگ جدھر منہ پھیرو ادھر ہی اللہ کا منہ ہے۔

اس سے کوئی احمق ہی یہ نتیجہ نکال سکتا ہے کہ خدا انسانوں کی طرح جسمانی منہ رکھتا ہے لہٰذا قرآن مجید خدا کا بدن قرار دیتا ہے۔

کفر کی وجہ سوم:

معترض کہتا ہے:-

"مرزا کا الہام ہے انت منّی بمنزلة اولادی تو مجھ سے بمنزلہ اولاد کے ہے (تذکرہ صفحہ ۳۹۴) قرآن مجید میں ارشاد ہے اللہ کی کوئی اولاد نہیں اللہ تعالیٰ سب کا خالق ہے اور سب بندے اولیاء انبیاء حتیٰ کہ مسیح علیہ السلام بھی اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں۔"

(کتابچہ صفحہ ۷)

الجواب قرآن مجید کے مطابق حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کا بھی یہی مذہب ہے کہ خدا کی کوئی اولاد نہیں۔ اس الہام کو آپ نے از قسم مجاز و استعارہ قرار دیا ہے۔ چنانچہ دافع البلاء حاشیہ صفحہ ۶ میں تحریر فرماتے ہیں:-

"یاد رہے کہ خدا تعالیٰ بیٹوں سے پاک ہے نہ اس کا کوئی شریک ہے نہ بیٹا ہے اور نہ کسی کو حق پہنچتا ہے کہ وہ یہ کہے کہ میں خدا ہوں یا خدا کا بیٹا ہوں

لیکن یہ فقرہ اس جگہ قبیل مجاز اور استعارہ میں سے ہے
خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ قرار دیا اور فرمایا یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ
اَیْدِیْھِمْ .... پس اس خدا کے کلام کو ہوشیاری
اور احتیاط سے پڑھو اور از قبیل متشابہات سمجھ کر
ایمان لاؤ اور اس کی کیفیت میں دخل نہ دو اور حقیقت
کو حوالہ بخدا کرو اور یقین رکھو کہ خدا اتخاذ ولد سے
پاک ہے۔

اور حقیقۃ الوحی کے حاشیہ صفحہ ۸۶ میں تحریر فرماتے ہیں :-

"خدا تعالیٰ بیٹوں سے پاک ہے یہ کلمہ بطور استعارہ
کے ہے۔"

پھر جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ :-

"وہ یقین کریں کہ ان کا ایک قادر اور قیوم اور خالق الکل
خدا ہے نہ وہ کسی کا بیٹا اور نہ کوئی اس کا بیٹا ہے۔"

پس الہام ہذا میں اولاد کی اضافت خدا کی طرف بطور مجاز اور
استعارہ کے ہے نہ بطور حقیقت کے کیونکہ استعارہ میں تشبیہ
کا علاقہ ہوتا ہے اس لئے اولاد سے مراد ایسے لوگ ہیں جو خدا
کو پیارے ہیں اور خدا ان پر اس طرح شفیق ہے جس طرح باپ اولاد
پر شفیق ہوتا ہے۔

حدیث نبوی میں وارد ہے :-

"اَلْخَلْقُ عِیَالُ اللّٰہِ فَاَحَبُّ الْخَلْقِ اِلَی
اللّٰہِ مَنْ اَحْسَنَ اِلٰی عِیَالِہٖ"

(مشکوٰۃ باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق)

ترجمہ: ساری خلقت خدا کا کنبہ ہے اور خدا کو اپنی
مخلوق میں سے اُس سے زیادہ محبت ہے جو اس کے
کنبہ سے احسان کرے

اس حدیث میں عیال کی اللہ کی طرف اضافت مجاز اور استعارہ
کے طور پر ہی ہے کیونکہ خدا کی حقیقت میں کوئی عیال نہیں۔ پس اس
حدیث میں بھی مخلوقِ خدا کو خدا کا کنبہ ان معنوں میں قرار دیا گیا ہے
کہ خدا اپنی مخلوق سے اسی طرح شفقت اور رحمت سے پیش آتا ہے
جس طرح عیالدار باپ اپنے عیال سے پیش آتا ہے۔ غالباً اسی
حدیث کے پیش نظر مولانا جلال الدین رومی علیہ الرحمۃ اپنی مثنوی
میں تحریر فرماتے ہیں :- ؎

"اولیاء اطفال حق اند اے پسر
کہ اولیاء خدا کے لڑکے ہیں۔

اس قول میں بھی مولانا روم نے اولیاء کو خدا کے لڑکے بطور مجاز
اور استعارہ کے ہی کہا ہے نہ بطور حقیقت کے
پس معترض کا اعتراض بالکل تعصب اور بغض کا نتیجہ ہے۔

جماعت احمدیہ اور اس کے بانی خدا کی حقیقت میں کوئی اولاد نہیں مانتے
پس خدا کا حقیقی بیٹا ماننے کی وجہ کفر بھی احمدیہ جماعت اور ان کے بانی میں موجود نہیں۔ معترض کا اعتراض یا تو جماعت احمدیہ کے لٹریچر سے ناواقفی پر مبنی ہے یا وہ دانستہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہؑ کی تشریحات کو نظر انداز کرکے لوگوں کو دھوکا دینا چاہتا ہے۔

کفر کی وجہ چہارم:

چوتھی وجہ کفر معترض نے حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہؑ کا ایک الہام کو قرار دیا ہے وہ الہام حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاں ایک عظیم الشان فرزند کے تولد کے متعلق ان الفاظ میں ہوا:۔

"انّا نبشّرک بغلامٍ حلیم مظھر الحقّ و العلا کانّ اللّٰہ نزل من السّمآء"

معترض لکھتا ہے اس کا ترجمہ مرزا قادیانی نے یہ کیا ہے۔ ہم تجھے ایک حلیم لڑکے کی خوشخبری دیتے ہیں جو حق اور بلندی کا مظہر ہوگا گویا خدا آسمان سے اُترا۔ (انجام آتھم صفحہ ۶۲ مطبوعہ ۱۹۲۲ء)

اس پر معترض لکھتا ہے:۔

"کیا اس سے بڑھ کر کوئی گستاخی اور کفر ہو سکتا ہے کہ اپنے پیدا ہونے والے بیٹے کو خداوند قدوس کے ساتھ تشبیہ دیتے ہوئے یہ کہا گویا خدا آسمان سے

اترا۔" (کتابچہ صفحہ ۵)

الجواب اس الہام اور اس کے ترجمہ میں اس بشارت کے ماتحت ہونے والے فرزند ارجمند کو حق وسچائی اور بلندی کا مظہر قرار دیا گیا ہے جس سے مراد یہ ہے کہ اس فرزند ارجمند پر ایسی تجلیاتِ الٰہیہ نازل ہوں گی جن سے سچائی کا ظہور ہوگا اور مسیح موعودؑ کی بلندیٔ مرتبہ کا ظہور ہوگا۔ ان تجلیاتِ الٰہیہ کے ظہور کو کانّ اللّٰہ نزل من السّمآء کے الفاظ میں خدا کے آسمان سے نزول سے تشبیہ دی گئی ہے۔ نہ کہ اس فرزند موعود کو خداوند قدوس سے تشبیہ دی گئی ہے۔ پس یہ معترض کی بدذوقی ہے کہ وہ اس الہام سے اس فرزند کو خدائے قدوس کے ساتھ تشبیہ دینے کا نتیجہ نکال رہا ہے۔ اور اس پیشگوئی کے آپ کے فرزند حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے ذریعہ پورا ہونے سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا رہا۔

قرآن مجید کی آیت وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی (انفال: ۱۷) میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جنگ بدر میں دشمن کی طرف کنکروں کی مٹھی پھینکنے کو اللہ تعالیٰ نے اپنا مٹھی پھینکنا یعنی اپنا فعل قرار دیا ہے۔ پس خدا کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کو اپنا فعل قرار دینے میں تشبیہ سے بڑھ کر ایک لطیف استعارہ پایا جا رہا ہے۔ جس میں تشبیہ تحلیل

مراد ہوتی ہے۔ مراد اس جگہ بھی یہی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن کی طرف کنکروں کی مٹھی پھینکنے پر خدا تعالیٰ نے فضا میں اور میدانِ جنگ میں ایسی ایسی تجلیات ظاہر کیں کہ دشمن شکست کھا گیا اور جنگ سے ناکام لوٹا۔

اس سے ظاہر ہے کہ کسی مقدس وجود کے ذریعہ خدا تعالیٰ کی تجلیات کے ظہور کو جس سے اس مقدس شخص کا فعل خدائے قدوس کا فعل قرار پائے ازروئے قرآن مجید کوئی وجہ کفر نہیں لہٰذا ان تجلیات کے نزول کو خدا کے نزول سے تشبیہ دینا کیونکر کفر قرار دیا جا سکتا ہے۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس الہام پر کوئی قرآن کے علم سے بے بہرہ ہی ایسا نامعقول اعتراض کر سکتا ہے۔

نزول بظاہر اوپر سے نیچے آنے کو چاہتا ہے اور خدا تعالیٰ حرکت کرنے سے پاک ہے کیونکہ حرکت کرنا جسم کا فعل ہوتا ہے جس سے خدا تعالیٰ پاک ہے۔ لیکن حدیث نبویؐ میں وارد ہے کہ خدا تعالیٰ لیلۃ القدر میں پہلے آسمان پر نازل ہوتا ہے چونکہ خدا تعالیٰ حرکت سے پاک ہے اس لئے علماء اسلام نے خدا کے پہلے آسمان پر نزول سے اس کی رحمت اور برکت کی تجلی کا نازل ہونا مراد لیا ہے نہ کہ خدا کا حقیقۃً اوپر کے آسمانوں سے نچلے آسمان پر حرکت کر کے اتر آنا۔

نوٹ: اس سے آگے معترض نے نمبر دینے کی بجائے الف۔ ب کے ماتحت

کچھ اعتراضات کئے ہیں۔

کفر کی وجہ پنجم:

الف۔ میں معترض نے لکھا ہے کہ:-

"مسلمان قادیانیوں کو اس لئے بھی کافر سمجھتے ہیں کہ ان کے نبی نے سب سچے انبیاء علیہم السلام سے اپنے آپ کو برتر سمجھا ہے اور ان کی توہین کی ہے جب کہ مرزا قادیانی نے لکھا ہے کہ "اللہ تعالیٰ نے اس بات کو ثابت کرنے کے لئے کہ میں اس کی طرف سے ہوں اس قدر نشان دکھلائے ہیں کہ اگر وہ ہزار نبی پر تقسیم کئے جائیں تو ان کی بھی ان سے نبوت ثابت ہو سکتی ہے لیکن چونکہ یہ آخری زمانہ اور شیطان کا مع اپنی ذریت کے آخری حملہ تھا اس لئے خدا نے شیطان کو شکست دینے کے لئے ہزارہا نشان ایک جا جمع کر دیئے ہیں لیکن پھر بھی جو لوگ انسانوں میں سے شیطان ہیں نہیں مانتے" (بحوالہ چشمہ معرفت ۱۹۰۸ء صفحہ ۳۱۷) مرزا قادیانی نے کہا ہے مجھے یہ الہام ہوا "آسمان سے کئی تخت اترے مگر سب سے اونچا تیرا تخت بچھایا گیا" (تذکرہ ص ۳۳۹) اس میں بھی سب انبیاء کی توہین اور بے ادبی ہے۔"

الجواب اس دہریت اور الحاد اور مذہب دشمنی کے عروج کے زمانہ میں ضروری تھا کہ خدا تعالیٰ مسیح موعود علیہ السلام کو دوسرے تمام ادیان پر بموجب حدیث نبوی غلبہ دینے کی خاطر بکثرت نشانات دیتا۔ اس لئے حقیقۃ معرفت میں آپ خدا تعالیٰ کے اسی فضل کا ذکر فرما رہے ہیں کہ اس نے آپ اس بات کے ثابت کرنے کو کہ آپ غلبہ اسلام کے لئے مسیح موعود بنا کر بھیجے گئے تھے آپ کو ہزاروں نشانات عطا کئے۔ چونکہ مسیح موعود اور مہدی معہود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کا ایک خادم ہے اس لئے اسلام کی سچائی کو ثابت کرنے کے لئے آپ کو یہ نشانات دیئے گئے تاکہ شیطان اپنے اس آخری حملہ میں شکست کھائے۔ اور اسلام کا ان نشانوں کے ذریعہ بول بالا ہو اور شیطان سیرت دشمنان اسلام پر ان نشانات سے حجتِ اسلام قائم ہو۔ گو بعض دشمنانِ اسلام اپنی شیطان سیرتی کی وجہ سے ان نشانات سے فائدہ نہ اٹھائیں۔

ان ہزارہا نشانوں کے نازل ہونے کی یہ وجہ آپ نے ہرگز قرار نہیں دی کہ آپ سب نبیوں سے افضل ہیں بلکہ خدا کے نشانات کی یہ اہمیت بیان فرمائی ہے کہ ان نشانات کو اگر انبیاء پر تقسیم کر دیا جاتا تو ان سے ہزاروں نبیوں کی سچائی ثابت ہو سکتی ہے۔ مگر اس زمانہ کے بدقسمت لوگ ان سے فائدہ نہیں اٹھاتے۔

دوسری عبارت یہ جس میں آسمان سے کئی تخت اترنے کا ذکر

ہے۔ مراد ان تختوں کے اترنے سے موجودہ مادی حکومتوں کا قیام ہے اور چونکہ مسیح موعود علیہ السلام کی حکومت مادی نہیں بلکہ روحانی ہے اس لئے دنیا کی حکومتوں کے مقابلہ میں اس روحانی حکومت کے تخت کو سب تختوں سے جو اس وقت زمین پر موجود ہیں بلند ترین قرار دیا گیا ہے۔ صحیح فرمایا ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ؎

"ملک روحانی کی شاہی کی نہیں کوئی نظیر
گو بہت دنیا میں گزرے ہیں امیر و تاجدار"

کفر کی وجہ ششم:

(ب) معترض لکھتا ہے:-

"محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اعلان خداوند قدوس نے آج سے چودہ سو سال پہلے فرمایا مثلاً قرآن مجید کے پارہ ۲۶ سورۃ الفتح کی آیت ۲۸ میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ ......

...... لیکن مرزا قادیانی نے اس آیت کو اپنے لئے خاص کیا گویا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرزا قادیانی کے لئے خبر دینے والے تھے جیسا کہ زمانے

کہا:- اور مجھے بتلایا گیا تھا کہ تیری خبر قرآن و حدیث میں موجود ہے اور تو ہی اس آیت کا مصداق ہے کہ هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ۔" (کتب اعجاز احمدی مطبوعہ ۱۹۰۲ء صفحہ)

الجواب زاہد الحسینی صاحب نے حضرت مسیح موعود و مہدی معہود کے اعجاز احمدی کے بیان کو سمجھنے میں غلطی کھائی ہے یا مغالطہ دہی کی کوشش کی ہے۔ قرآن مجید کے مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ اس میں جو خدائی وعدہ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ میں اسلام کو تمام ادیان پر غالب کرنے کا بیان ہوا ہے یہ مسیح موعود اور مہدی کے ذریعہ سے پورا ہوگا۔

تفسیر ابن جریر جلد ۱۵ صفحہ ۶ و جلد ۲۵ صفحہ ۵۶ میں لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ کی پیشگوئی کا تعلق مسیح موعود سے بتایا گیا ہے اسی جگہ مسیح موعود علیہ السلام سے متعلقہ وہ حدیث بھی درج کی گئی ہے جس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:-

یُهْلِكُ اللّٰهُ فِیْ زَمَانِهٖ الْمِلَلَ كُلَّهَا اِلَّا الْاِسْلَامَ۔ (ابوداؤد جلد ۲ صفحہ ۲۳۸)

کہ مسیح موعود کے زمانہ میں خدا تعالیٰ اسلام کے سوا تمام ملتوں

کو ہلاک کر دے گا۔

پس حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام نے مسیح موعود کے دعویٰ کی بنا پر قرآن مجید کی اس آیت سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت میں اس آیت میں بیان کردہ غلبۂ اسلام کے کام کی وجہ سے اپنا خصوصی تعلق از روئے حدیث نبوی بیان فرمایا ہے اور اصل حقیقت آپ کے نزدیک یہی ہے کہ یہ آیت دراصل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلانِ رسالت کے لئے ہی نازل ہوئی ہے اور آپ کا کام ہی دین اسلام کو تمام ادیان پر غالب کرنا اس آیت میں بیان ہوا ہے لیکن اسلام کے تمام ادیان پر غالب آنے کا زمانہ چونکہ آپ کے نائب النبوۃ مسیح موعود اور مہدی معہود سے متعلق تھا۔ اس لئے ظلی طور پر قرآن مجید کی اس پیشگوئی کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک نائب کے ہاتھ سے پورا ہونا دراصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے ہی پورا ہونا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کشف میں قیصر و کسریٰ کے خزانوں کی چابیاں اپنے ہاتھ میں دیکھی تھیں لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیشگوئی حضرت عمرؓ کی خلافت کے زمانہ میں پوری ہوئی۔ اسی طرح جو کام آپ کے اس خلیفہ برحق کے ذریعہ ہوا کشفی پیشگوئی میں اس کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے پورا ہونا بیان ہوا کیونکہ قیصر و کسریٰ کے خزانوں کی چابیاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں آئیں جو آپ کے خلیفہ تھے

اسی طرح اسلام کے تمام ادیان پر غالب آنے کی پیشگوئی کا چونکہ مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ پورا ہونا مقدر تھا اس لئے مسیح موعودؑ کے زمانہ تکمیلِ تبلیغ میں اس پیشگوئی کا پورا ہونا بھی دراصل رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے پورا ہونا قرار پائے گا کیونکہ مسیح موعود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک نائب ہے نہ کوئی ایسا رسول جو کوئی نیا دین لایا ہو۔ پس مسیح موعود سے بطور نائب النبوۃ ہونے کے اس آیت کی پیشگوئی خاص ہے نہ بطور اصل رسول کے چنانچہ آپ خود تحریر فرماتے ہیں :-

"چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا زمانہ قیامت تک ممتد ہے اور آپؐ خاتم الانبیاء ہیں اس لئے خدا نے نہ چاہا کہ وحدتِ اقوامی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہی کمال تک پہنچ جائے کیونکہ یہ صورت آپ کے زمانہ کے خاتمہ پر دلالت کرتی تھی یعنی یہ شبہ گزرتا تھا کہ آپ کا زمانہ وہیں ختم ہو گیا کیونکہ جو آخری کام آپ کا تھا وہ اسی زمانہ میں انجام پا گیا۔ اس لئے خدا نے تکمیل اس فعل کی جو تمام قومیں ایک قوم کی طرح بن جائیں اور ایک ہی مذہب پر ہو جائیں زمانہ محمدیؐ کے آخری حصہ میں ڈال دی جو قربِ قیامت کا زمانہ ہے اور اس کی تکمیل کے لئے

اسی امت میں سے ایک نائب مقرر کیا جو مسیح موعود کے نام سے موسوم ہے اور اسی کا نام خاتم الخلفاء ہے۔ پس زمانہ محمدیؐ کے سر پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہیں اور اس کے آخر میں مسیح موعودؑ ہے اور ضرور تھا کہ یہ سلسلہ دنیا کا منقطع نہ ہو جب تک وہ پیدا نہ ہو لے کیونکہ وحدتِ قومی کی خدمت اسی نائب النبوۃ کے عہد سے وابستہ کی گئی ہے اور اسی کی طرف یہ آیت اشارہ کرتی ہے اور وہ یہ ہے هو الذی ارسل رسوله بالهدیٰ ودین الحق لیظهره علی الدین کله۔ یعنی خدا وہ خدا ہے جس نے اپنے رسول کو ایک کامل ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تا اس کو ہر ایک قسم کے دین پر غالب کر دے یعنی ایک عالمگیر غلبہ اس کو عطا کرے اور چونکہ وہ عالمگیر غلبہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ظہور میں نہیں آیا اس لئے اس آیت کی نسبت ان سب متقدمین کا اتفاق ہے جو ہم سے پہلے گزر چکے ہیں کہ یہ عالمگیر غلبہ مسیح موعود کے وقت میں ظہور میں آئے گا۔ الخ"

(چشمہ معرفت صفحہ ۸۲ و ۸۳ مطبوعہ ۱۵ رمئی ۱۹۰۸ء)

حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام کے اس بیان سے ظاہر ہے کہ اصل مصداق زیر بحث آیت کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں اور مسیح موعود نبوت و رسالت میں آپ کے نائب کے طور پر لیظھرہ علی الدین کلّہ کی پیشگوئی کا مصداق ہے اور چونکہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نائب اور ظل ہے اس لئے اس کے اس کام کا اصل مرجع آیت قرآنی میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قرار دیا گیا ہے۔ لہٰذا معترض کا حضرت بانی سلسلہ احمدیہ پر تاج رسالت چھیننے کا الزام اپنے آپ کو اس آیت کا بطور نائب مصداق قرار دینے کی وجہ سے ایک جھوٹا الزام ہے جو سراسر بہتان ہے۔

کفر کی وجہ ہفتم

آگے مد ۳ دے کر معترض نے لکھا ہے:—

"قادیانیوں کے نبی نے جناب رسول اللہ کے تاج و تخت ختم نبوت چھیننے کی ناپاک کوشش کی ہے۔"

معترض آیت خاتم النبیین درج کر کے ایک حدیث نبوی کا ترجمہ ان الفاظ میں لکھتا ہے:—

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میری مثال اور دوسرے نبیوں کی مثال اس خوبصورت محل کی طرح ہے

جسے شاندار طریقے پر تعمیر کیا گیا ہو مگر اس میں صرف ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی گئی ہو۔ پس دیکھنے والے اس کے ارد گرد پھر کر اس شاندار عمارت کو بہت ہی پسند کرتے ہوں مگر ایک اینٹ کی جگہ خالی دیکھتے ہوں پس میں نے وہ جگہ بند کر دی اب میرے آ جانے سے وہ عمارت پوری مکمل ہو گئی اور اب میرے آنے سے کسی کو رسالت دینا بند کر دیا گیا ہے۔"

الجواب معترض نے اس حدیث کے متعلق "بخاری و مسلم" کا حوالہ بھی دیا ہے اور "مشکوٰۃ" باب فضائل سید المرسلین کی حدیث نمبر ۱ کا بھی۔

صحیح بخاری میں حدیث ہذا کے الفاظ ہیں مثلی و مثل الانبیاء من قبلی۔ کہ یہ مثال میری اور مجھ سے پہلے انبیاء کی ہے آدم علیہ السلام سے جو نبی شروع ہوئے وہ تو شارع اور مستقل انبیاء تھے۔ لہٰذا اس حدیث میں جس عمارت نبوت و رسالت کا ذکر ہے وہ تشریعی اور مستقلہ نبوت کی عمارت ہے اور مراد اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری اینٹ اور خاتم الانبیاء ہونے سے یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کی صورت میں آخری شریعت تامہ کاملہ لا کر جو قیامت تک کے لئے واجب العمل ہے اس عمارت کی بلحاظ شریعت کے تکمیل فرما دی ہے۔ اب آپ کے

بعد کوئی نئی شریعت لانے والا نبی اور رسول نہیں آئے گا۔

فتح الباری شرح صحیح بخاری میں اس حدیث کی تشریح میں یہی بات لکھی ہے کہ:۔

"المراد ھنا النظر الی الاکمل بالنسبة الی الشریعة المحمدیّة مع ما مضیٰ من الشرائع الکاملة"

(فتح الباری جلد ٦ صفحہ ٣٨٠)

یعنی مراد تکمیل عمارت سے شریعت محمدیہ کا دوسری گزری ہوئی شریعتوں کی نسبت سے اکمل شریعت ہونا ہے۔

علامہ ابن خلدون رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کے بارہ میں صوفیاء کی تشریح و تفسیر کے طور پر لکھا ہے:۔

"فیفسّرون خاتم النّبیّین باللبنة حتّی اکملت البنیان ومعناهُ النّبی الّذی حصلت له النبوة الکاملةُ"

کہ وہ لوگ خاتم النبیین کی تفسیر اینٹ سے کرتے ہیں یہاں تک کہ عمارت کامل ہو گئی اور معنی اس کے وہ نبی ہے جسے نبوتِ کاملہ حاصل ہوئی (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم)

(تاریخ ابن خلدون المغربی صفحہ ٢٧١ و ٢٧٢ مطبوعہ مصر)

پس اس حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری اینٹ آخری شریعت و نبوتِ کاملہ کے لحاظ سے قرار دیا گیا ہے نہ کہ مطلق آخری نبی ہونے کے معنوں میں۔ کیونکہ مسیح موعود کو صحیح مسلم میں نبی اللہ کہا گیا ہے اور مسیح موعود کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود نبی اللہ نئی شریعت لانے کے معنوں میں قرار نہیں دیا۔ بلکہ ایک پہلو سے نبی اور دوسرے پہلو سے امتی ہونے کے لحاظ سے قرار دیا ہے پس اس کی نبوت کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام خاتم النبیین سے چونکہ کوئی تصادم اور ٹکراؤ نہیں۔ لہٰذا یہ نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے منافی نہیں۔ بلکہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کاملہ کی فیض رسانی کا ثبوت ہے۔

معترض کی مغالطہ دہی

مگر معترض نے اس موقعہ پر مغالطہ دہی کی خاطر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب خطبہ الہامیہ سے اپنے کتابچہ میں ایک ادھوری عبارت محرف کر کے یوں لکھی ہے کہ:۔

"فاراد الله یکمّل البنآ باللبنة الاخیرة فانا تلك اللبنة ایها النّاظرون"

(خطبہ الہامیہ شائع کردہ "الشرکۃ الاسلامیہ" صفحہ ١٧٨)

اور اس عبارت کا ترجمہ یہ دیا ہے۔

"پس خدا نے ارادہ فرمایا کہ اس پیشگوئی کو پورا کرے

اور آخری اینٹ کے ساتھ بنا کو کمال تک پہنچا دے
پس میں وہی اینٹ ہوں۔"

معترض کا اعتراض اس پر یہ ہے کہ :-

"آج تک سب دنیا کے مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ اس اینٹ سے مراد جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ مگر مرزا قادیانی نے کہا کہ اس اینٹ سے وہ مراد ہیں" (کتابچہ مذکور صفحہ ۹)

الجواب معترض کا یہ بیان سراسر غلط ہے۔ حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام اور آپ کی جماعت نے حدیث نبوی میں جو زاہد الحسینی صاحب نے صحیح بخاری و مسلم وغیرہ کے حوالہ سے پیش کی ہے کا مصداق کبھی رسول خدا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی اور کو نہیں جانا بلکہ نبوت تشریعیہ مستقلہ کی وجہ سے ہم لوگ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی شریعت کاملہ لانے والے آخری تشریعی نبی بموجب اس حدیث کے یقین کرتے ہیں۔

خطبہ الہامیہ میں جو آخری اینٹ کا ذکر ہے اس سے حدیث نبوی میں بیان کردہ آخری اینٹ مراد نہیں۔ بلکہ قرآن مجید کی پیشگوئی مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ کی بنا پر جو امتی منعم علیہم کی اسلام میں ایک عمارت تعمیر ہونے والی تھی۔ اس

کی آخری اینٹ مسیح موعود علیہ السلام نے بموجب قرآنی پیشگوئی کے اپنے آپ کو قرار دیا ہے۔ معترض نے دھوکا دینے کے لئے ادھوری اور خود تحریف کردہ عبارت پیش کی ہے۔ اصل پوری عبارت خطبہ الہامیہ کی ان الفاظ میں ہے:-

"فَكَانَ خَالِيًا مَوْضِعُ لَبِنَةٍ اَعْنِي الْمُنْعَمُ عَلَيْهِمْ مِنْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ۔ فَاَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يُّتِمَّ النَّبَاَ وَيُكْمِلَ الْبِنَاءَ بِاللَّبِنَةِ الْاَخِيْرَةِ اَيُّهَا النَّاظِرُوْنَ۔"

اس عبارت کا ترجمہ یہ ہے کہ

اس امت کے منعم علیہ گروہ میں ایک اینٹ کی جگہ خالی تھی سو خدا نے ارادہ فرمایا کہ پیشگوئی کو پورا کرے اور آخری اینٹ کے ساتھ بنا (عمارت) کو کمال تک پہنچا دے سو اے ناظرین میں وہ آخری اینٹ ہوں۔

معترض نے دھوکا دینے کے لئے ادھوری عبارت پیش کی تھی۔ پوری عبارت سے ظاہر ہے کہ اس جگہ اس عمارت کا ذکر نہیں جو آدم علیہ السلام سے شروع ہوئی بلکہ امت محمدیہ کے اندر جو منعم علیہم کی عمارت بننے والی تھی اس کا ذکر کیا ہے اس عمارت میں امت کے منعم علیہ گروہ کی تکمیل چونکہ امتی نبی کے آنے سے ہونے والی تھی اور اس منعم علیہ گروہ کا کوئی فرد بطور کامل امتی نبی کے مسیح موعود علیہ السلام

تک ظاہر نہیں ہوا تھا۔ لہٰذا ان اینٹوں کی روحانی عمارت میں مسیح موعودؑ کی اینٹ لگائی گئی ہے یا امتی کی نبوت۔ صدیقیت۔ شہادت اور صالحیت کے مقابلہ میں ایک آخری درجہ ہے جو مسیح موعود علیہ السلام کو حاصل ہوا۔ یہ مضمون ہے جو اس جگہ بیان ہوا ہے۔ حدیث نبویؐ میں شریعت کی عمارت کی تکمیل کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری اینٹ قرار دیا گیا ہے۔ مسیح موعودؑ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بجائے شریعت والی عمارت کی آخری اینٹ خطبہ الہامیہ میں قرار نہیں دیا گیا۔

پس زاہد الحسینی صاحب کا اعتراض بالکل غلط اور دروغ بے فروغ ہے۔

حضرت محی الدین ابن عربیؒ نے بوجہ خاتم النبیین ہونے کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سونے کی آخری اینٹ لکھا ہے اور امام مہدیؑ کو خاتم الاولیاء ہونے کی وجہ سے ولایت کے درجہ کی آخری چاندی کی اینٹ تحریر کیا ہے۔ (مفہوم ترجمہ فصوص الحکم مولوی عبد الغفور اولاد علی بہاری صفحہ ۱۶)

وجہ کفر ہشتم :

معترض لکھتا ہے :۔

" قادیانیوں نے ختم نبوت کی مقدس مہر کو توڑ کر

نبوت کا Seal کھولنے کی گستاخی کی ہے جیسا کہ قادیانیوں نے قرآن مجید کی سورۃ فاتحہ کی معنوی تحریف کرتے ہوئے کہا ہے :

" اس دعا کے ذریعہ ہر ایک مسلمان کا فرض کیا گیا ہے کہ وہ اعلیٰ سے اعلیٰ انعامات جن میں نبوت بھی ہے اللہ تعالیٰ سے طلب کرے " (ترجمہ قرآن مجید مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان دار الامان صفحہ ۷)

آخر میں لکھا ہے :۔

" نبوت و رسالت کو ہمیشہ کے لئے جاری رکھنے کا دعویٰ کرنے والے کس طرح مسلمان ہو سکتے ہیں "۔

الجواب

وہ نبوت جس کو اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۙ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ کے رو سے احمدی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جاری مانتے ہیں اس کا ذکر حدیث نبوی مندرجہ صحیح بخاری میں " لَمْ يَبْقَ مِنَ النُّبُوَّةِ اِلَّا الْمُبَشِّرَات " (کہ نبوت میں صرف المبشرات کا حصہ باقی ہے) میں مذکور ہے (صحیح بخاری تعبیر الرؤیا)

حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ مجدد صدی دوازدہم اس حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں :۔

" لانّ النبوة تتجزّىٰ وجزءٌ منها باقٍ

بعد خاتم الأنبياء"
(الموفی شرح الموطاء)
کہ نبوت کے اجزاء ہیں اور ان میں سے ایک جزء خاتم الانبیاء
کے بعد باقی ہے۔

پس ہم پر نبوت کے ڈپو کھولنے کا الزام باطل ہے کیونکہ المبشرات والی جزء نبوت کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ کے لئے باقی قرار دیا ہے۔ مولوی زاہد الحسینی بھی حضرت عیسیٰ نبی اللہ کے خاتم الانبیاء کے بعد آنے کے قائل ہیں۔ ان کی نبوت تشریعیہ یا مستقلہ پر تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر لگ چکی ہوئی ہے۔ اس مہر کو توڑ کر تو وہ امت محمدیہ میں نہیں آ سکتے۔ نیز قرآن مجید کی نص صریح "وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَا دُمْتُ فِيهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ" سے ان کی وفات روز روشن کی طرح ثابت ہے اور اسی آیت میں اشارۃ النص بھی موجود ہے کہ وہ خود دوبارہ اپنی قوم میں نہیں آئیں گے اور نہ خود آ کر قوم کی اصلاح کریں گے کیونکہ ان کا جواب خدا کے حضور قیامت کے دن یہ ہوگا کہ جب تک میں ان لوگوں میں موجود رہا میں ان کا نگران رہا پھر جب اے خدا تو نے مجھے وفات دے دی تو اس وقت سے تو ہی ان کا نگران چلا آ رہا ہے۔ یعنی مجھے تو پھر ان میں دوبارہ نگرانی کا موقعہ ہی نہیں ملا۔

یہ آیت بتاتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کے

لوگوں سے اپنا الگ ہونا وفات کے ذریعہ بیان کریں گے چونکہ اب وہ قوم میں موجود نہیں لہذا جس طرح دو اور دو چار ہوتے ہیں اسی طرح ثابت ہے کہ وہ وفات پا چکے ہوئے ہیں۔ اگر زندہ ہوتے تو قوم میں موجود ہوتے

قرآن مجید کی سورہ زمر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔

"اللہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا فیمسک التی قضی علیھا الموت ویرسل الاخری الی اجل مسمی"

یعنی اللہ نفسوں کی توفی ان کی موت کے وقت کرتا ہے اور جو لوگ نہ مرے ہوں ان کے نفسوں کی توفی ان کی نیند میں کرتا ہے۔ پھر جس نفس کے متعلق (توفی کے ذریعہ) موت کا فیصلہ کر دیتا ہے اسے روک رکھتا ہے (یعنی دوبارہ اسے دنیا میں نہیں بھیجتا) اور دوسرے کو (جس کی توفی نیند میں کرتا ہے) اسے ایک مدت تک واپس بھیج دیتا ہے۔

اس آیت میں اللہ کا توفی یعنی قبض روح کرنے کا دو صورتوں میں ذکر کیا گیا ہے پہلی صورت موت کے وقت توفی کی ہے اور اگر موت والی توفی نہ ہو تو پھر نیند والی توفی ہوتی ہے۔ چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توفی نیند کی صورت میں نہیں ہوئی لہذا ان کی توفی موت کی صورت میں متعین ہو جاتی ہے اور موت والی توفی کے بعد فیمسک التی قضی علیھا الموت (الآیۃ) کے مطابق وہ اس دنیا میں واپس

نہیں آسکتے۔ تیسری صورت کی توفّی جو زندہ آسمان پر اُٹھا لینے کے معنوں میں لی جانے کی کوشش کی جاتی ہے وہ اس حصر سے باہر ہے۔ ایسی توفّی کا قرآن مجید میں کہیں ذکر نہیں کہ اس کو عیسیٰ علیہ السلام کے لئے تجویز کیا جائے۔ عربی زبان میں زندہ آسمان پر اٹھا لینے کے معنوں میں یہ لفظ کبھی استعمال نہیں ہوا۔ اس کے استعمال کی کوئی مثال زبان عربی سے پیش نہیں کی جاسکتی۔ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے نئی لغت نہیں بنائی جاسکتی

لہٰذا جماعت احمدیہ ان نصوص قرآنیہ کی روشنی میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کی قائل ہے اسی لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد آنے والے مسیح موعودؑ کو "امامکم منکم" (صحیح بخاری) میں اور "فامّکم منکم" (صحیح مسلم) میں قرار دے کر امت محمدیہ میں سے امت کا امام قرار دیا ہے۔ لہٰذا صحیح مسلم میں موعود عیسیٰ کو نبی اللہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے المبشرات والی نبوت کی وجہ سے قرار دیا ہے جس کے حضورؐ کے بعد باقی رہنے کا صحیح بخاری کی مذکورہ حدیث میں ذکر موجود ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت مستقلہ پر چونکہ ختم نبوت کی مہر لگ چکی ہوئی ہے اس لئے وہ اس مہر کو توڑ کر امت محمدیہ میں اس باقی رہنے والی نبوت کے ساتھ نہیں آسکتے جس کو خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جاری قرار دیا ہوا ہے اور اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ صِرَاطَ

الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ کے رو سے مسیح موعودؑ اسی باقی رہنے والی نبوت کو کامل طور پر پا کر نبی کہلا سکتا ہے۔ صراطِ مستقیم کی تفسیر قرآنی میں یہ انعام سورہ نساء رکوع ۹ کی آیت کے مطابق "وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ" کی صورت میں نبی۔ صدیق، شہید اور صالح قرار دیئے گئے ہیں۔ نبوت، صدیقیت شہادت اور صالحیت کی ہی نعمتیں ہیں جن کے طلب کرنے کے لئے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ کی دعا میں طلب کئے جانے کی ہدایت ہے کیونکہ انعام یافتہ لوگوں یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کی راہ طلب کرنے کی ہدایت اس آیت میں اسی لئے کی گئی ہے کہ یہ انعامات امت محمدیہ کو حاصل ہوں۔ نبوت کی نعمت قومی ہے اور صدیقیت۔ شہادت اور صالحیت کی نعمت انفرادی ہے۔

پس دعائے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ میں انعام یافتہ نبیوں صدیقوں، شہیدوں اور صالحین کی راہ کو طلب کرنا اسی لئے سکھایا گیا ہے کہ ضرورت پڑنے پر قومی نعمت جو نبوت ہے وہ بھی امت کو عطا ہو اور قوم کو انفرادی نعمتیں صدیقیت، شہادت اور صالحیت بھی ملتی رہیں۔

آگے غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝ کی دعا ہے

مَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ اور ضَآلِّيْنَ کی راہ سے بچایا جانے کی ہدایت کی گئی ہے تا مغضوب علیہم اور ضالین ہونے سے بچ جائیں۔

مولوی زاہد الحسینی صاحب جب اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ کی دعا مانگتے ہیں تو نادانستہ طور پر وہ بھی قوم کے اندر نبی۔ صدیق۔ شہید اور صالح کے پیدا ہوتے رہنے کی ہی دعا کرتے ہیں۔ لیکن وہ غفلت سے یہ سمجھے بیٹھے ہیں کہ ہمیں صرف انعام یافتہ نبیوں۔ صدیقوں۔ شہیدوں اور صالحین کی راہ طلب کرنے کی ہدایت ہے اس راہ کی منازل نبوت صدیقیت۔ شہادت اور صالحیت کی طلب کرنے کی ہدایت نہیں ہے حالانکہ ان انعام یافتہ بزرگوں کی راہ طلب کرنے سے مقصود اصلی تو یہی ہے کہ امت محمدیہ میں ان لوگوں کی منازل پر پہنچنے والے لوگ پائے جائیں جو آیت مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ (سورۃ نساء ع ۹) میں نبیوں۔ صدیقوں شہداء اور صالحین کے طور پر مذکور ہیں۔

کفر کی وجہ نہم :

اس کے بعد زاہد الحسینی صاحب انتہائی غلط بیانی سے کام لیتے ہوئے لکھتے ہیں :-

"مرزا قادیانی اور اس کی امت نے مرزا قادیانی کو سیّدِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل سمجھا حالانکہ سب رسولوں کے آپ سردار ہیں۔"

الجواب : یہ معترض کا سفید جھوٹ ہے کہ احمدیوں نے احمدیت کے بانی حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام قادیانی کو سیّدِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل سمجھا ہے آپ کے اور ہمارے نزدیک تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سب رسولوں کے سردار ہیں چنانچہ حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام کا ایک الہام یہ بھی ہے :

"پاک محمد مصطفےٰ نبیوں کا سردار"

یہ الہام "تذکرہ" میں چار مقامات صفحہ ۹۹، ۳۶۳، ۲۹۸، ۶۲۱ پر درج ہے۔ معترض نے ڈوبتے کو تنکے کا سہارا کی مثل پر عمل کرتے ہوئے آپ کے ذیل کے ایک شعر سے سہارا لینے کی ناجائز اور ناکام کوشش کی ہے وہ شعر یوں ہے :- ؎

لَهٗ خَسَفَ الْقَمَرُ الْمُنِيْرُ وَاِنَّ لِيْ
غَسَا الْقَمَرَانِ الْمُشْرِقَانِ اَتُنْكِرُ

ترجمہ : اس کے لئے چاند کے خسوف کا نشان ظاہر ہوا اور میرے لئے چاند اور سورج دونوں کا۔ کیا تو انکار کرے گا ؟

معترض کو اس شعر پر تین اعتراض ہیں :-

(الف) "لَهٗ" کا ترجمہ "اس کے لئے" کیا جو سراسر بے ادبی و گستاخی ہے

(ب) معجزہ شق القمر کو چاند گرہن کہا اس عظیم معجزہ کا انکار کیا۔

(ج) سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی بڑائی ثابت کرتے ہوئے کہا ان کے لئے چاند گرہن ہوا اور میرے زمانہ میں تو سورج گرہن بھی ہوا گویا یہ ان سے بڑا ہوا۔

الجواب اس موقعہ پر آگے زاہد الحسینی صاحب نے لکھا ہے: کہ لعنة الله علیه۔ اگر وہ جرأت سے کام لیتے تو اس کی بجائے اس جگہ لعنة الله علی الکاذبین کے الفاظ لکھتے تا جھوٹے پر خدا کی لعنت پڑتی۔

واضح ہو کہ یہ معترض کا سراسر بہتان ہے کہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے اپنے اس شعر میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ آپ تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پہ فدا ہیں۔ اور لکھتے ہیں:— ؎

"اُس نور پر فدا ہوں اس کا ہی میں ہوا ہوں
وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے۔"

زیر بحث شعر کے پہلے مصرعہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں چاند کے خسوف کا جو ذکر ہے وہ ایک معجزانہ خسوف ہے جس میں دو حصوں میں چاند کا پھٹنا دیکھا گیا تھا۔ بعض کو ایک حصہ پہاڑ سے اوپر نظر آیا تھا اور دوسرا حصہ نیچے۔ اور بعض کو ایک حصہ ایک

پہاڑ پر اور دوسرا دوسرے پہاڑ پر۔ یہ فرق جو روایتوں میں آیا ہے یہ دیکھنے کے مقام کے لحاظ سے تھا۔ یہ شق القمر کا معجزہ ایک خاص قسم کا کسوف و خسوف تھا نہ کہ عام معمولی خسوف۔ چنانچہ تفسیر الدر المنثور میں لکھا ہے:—

"اخرج الطبرانی وابن مردویه من طریق عکرمة عن ابن عباسؓ قال کسف القمر علی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم فقالوا سحر القمر فنزلت اقتربت الساعة وانشق القمر الیٰ قوله مستمر"

(الدر المنثور جلد ۶ صفحہ ۱۳۳ تفسیر سورۃ القمر مطبوعہ مصر)

یعنی طبرانی اور ابن مردویہ نے عکرمہؓ کے طریق سے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں چاند کو کسوف (گرہن) ہوا تو کافر لوگوں نے کہا چاند پر جادو کر دیا گیا ہے اس پر اقتربت الساعة وانشق القمر کی آیت مستمر کے لفظ تک نازل ہوئی۔

الشیخ محمد بخیت سابق مفتی دیار مصر اپنی کتاب توفیق الرحمٰن صفحہ ۲۲۸ پر معجزہ شق القمر کے متعلق لکھتے ہیں:—

"ان من ضروریات الانشقاق ان یزول الضوء فیریٰ القمر منکسفاً ولذلک جاء فی بعض الروایات انه انکسف و خفی ضوءه۔"

کہ چاند پھٹنے کیلئے ضروری ہے کہ اس کی روشنی زائل ہو اور چاند گرہن کی صورت نظر آئے صفحہ ۲۲۹ پر لکھتے ہیں:— "ان الجاحد لا یکفر لمکان الخلاف"

کہ شق القمر کے معجزہ کا منکر کافر نہیں ہوگا کیونکہ اس مسئلہ میں اختلاف موجود ہے

پس شق القمر کا معجزہ ایک خاص قسم کا کسوف و خسوف ہی تھا اسی لئے کافروں نے اسے جادو کہا۔ یہ کسوف یا خسوف چاند کی سطح کے انشقاق پر دکھایا گیا تھا۔ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ شق القمر کے معجزہ کے قائل تھے منکر نہ تھے۔ آپ نے آریوں کے اس معجزہ سے انکار پر اپنی کتاب چشمۂ معرفت مطبوعہ ۱۵ مئی ۱۹۰۸ء کے صفحہ ۱۱۴ و ۲۱۴ پر شق القمر کے معجزہ کو پرزور اور روشن دلائل سے ثابت کیا ہے چنانچہ آپ نے تحریر کیا ہے:—

"ایسا ہی شق القمر کا عالی شان معجزہ جو خدائی ہاتھ دکھلا رہا ہے قرآن شریف میں مذکور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلی کے اشارہ سے چاند دو ٹکڑے ہو گیا اور کفار نے اس معجزہ کو دیکھا اس کے جواب میں کہنا کہ ایسا وقوع میں آنا خلاف علم ہیئت ہے یہ سراسر فضول باتیں ہیں کیونکہ قرآن شریف تو فرماتا ہے اقتربت الساعۃ وانشق القمر وان یروا آیۃ یقولوا سحر مستمر۔ یعنی قیامت نزدیک آگئی اور چاند پھٹ گیا اور کافروں نے یہ معجزہ دیکھا اور کہا کہ یہ پکا جادو ہے جس کا آسمان تک اثر چلا گیا اب ظاہر ہے کہ یہ نرا دعویٰ نہیں بلکہ قرآن شریف تو اس کے ساتھ ان کافروں کو گواہ قرار دیتا ہے جو سخت

دشمن تھے اور کفر پر ہی مرے تھے۔ اب ظاہر ہے کہ اگر شق القمر وقوع میں نہ آیا ہوتا تو مکہ کے مخالف لوگ اور جانی دشمن کیوں کر خاموش بیٹھ سکتے تھے وہ بلاشبہ شور مچاتے کہ ہم پر یہ تہمت لگائی ہے۔ ہم نے تو چاند کو دو ٹکڑے ہوتے نہیں دیکھا اور عقل تجویز نہیں کر سکتی کہ اس معجزہ کو سراسر جھوٹ اور افترا خیال کرکے پھر بھی چپ رہتے بالخصوص جبکہ ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس واقعہ کا گواہ قرار دیا تھا تو اس حالت میں ان کا فرض تھا کہ اگر یہ واقعہ صحیح نہیں تھا تو اس کا رد کرتے نہ یہ کہ خاموش رہ کر اس واقعہ کی صحت پر مہر لگا دیتے۔ پس یقینی طور پر معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ ضرور ظہور میں آیا تھا اور اس کے مقابل یہ کہنا کہ یہ قواعد ہیئت کے مطابق نہیں یہ عذرات بالکل فضول ہیں۔ معجزات ہمیشہ خارق عادت ہی ہوا کرتے ہیں ورنہ وہ معجزے کیوں کہلائیں اگر وہ صرف ایک معمولی بات ہو۔ اور علاوہ اس کے علم ہیئت کی کس نے اب تک حد بست کر لی ہے۔ ہمیشہ نئے نئے عجائبات آسمانی ظاہر ہوتے ہیں کہ جن کے بھید کچھ بھی سمجھ میں نہیں آتے اور ایسے خارقِ عادت طور پر

ظاہر ہوتے ہیں کہ عقل ان میں حیران رہ جاتی ہے۔"

(چشمہ معرفت ص ۲۱۱ و ۲۱۲)

اسی طرح اپنی کتاب سرمہ چشم آریہ میں آپ نے شق القمر کے معجزہ پر ایک آریہ سے جس کا نام ماسٹر مرلی دھر تھا اپنا مباحثہ نقل کیا ہے اس مباحثہ میں اس آریہ نے شق القمر کے معجزہ کے وقوع پر اعتراض کیا تھا اور حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے پرزور دلائل سے اس کا وقوع ثابت کرکے آریہ مناظر کو لاجواب کر دیا تھا۔ تفصیل کے لئے آپ کی کتاب سرمہ چشم آریہ از صفحہ ۶۰ تا ۸۴ ملاحظہ کریں۔

مرلی دھر نے کہا تھا کہ شق القمر سے انتظام عالم میں فتور واقعہ ہو جاتا ہے اس کے جواب میں آپؑ نے تحریر فرمایا تھا۔

"دانشمند لوگ جو خدائے تعالیٰ کی عظیم الشان قدرتوں سے ہمیشہ ہیبت زدہ رہتے ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ حکیم مطلق جس کی حکمتوں کا انتہا نہیں اس کی طرف سے قمر و شمس میں ایسی خاصیت مخفی ہونا ممکن ہے کہ باوجود انشقاق کے ان کے فعل میں فرق نہ آوے اس کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اقتربت الساعۃ وانشق القمر۔ نزدیک آگئی وہ گھڑی اور پھٹ گیا چاند۔ اس آیت کا یہ مطلب ہے کہ بعد اول سے حکیم مطلق نے ایک خاصہ مخفی چاند میں رکھا ہوا تھا

تھا ایک ساعت مقررہ پر اس کا انشقاق ہوگا ......

اس آیت کے آگے بھی فرماتا ہے وَكَذَّبُوا وَاتَّبَعُوا أَهْوَاءَهُمْ وَكُلُّ أَمْرٍ مُسْتَقِرٌّ۔ یعنی کفار نے تو چاند پھٹنے کو سحر پر حمل کیا مگر یہ سحر نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کے ان امور یعنی قوانین قدریہ میں سے ہے جو اپنے وقتوں میں قرار پکڑنے والے ہیں۔"

(سرمہ چشم آریہ ص ۲۷ تا ص ۲۸ مطبوعہ ستمبر ۱۸۸۶ء)

پس ۱۸۸۶ء اور ۱۹۰۸ء کی ان تحریروں میں آپ نے قرآن مجید میں بیان کردہ معجزہ شق القمر کو ثابت کیا ہے اس کا انکار کبھی نہیں کیا۔

اس شعر کے دوسرے مصرع میں اپنے متعلق چاند گرہن اور سورج گرہن کے جن دو نشانوں کا ذکر آپ نے فرمایا یہ دارقطنی کی حدیث کے لحاظ سے ہے جو حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ یہ حضرت مرزا صاحب علیہ السلام کی کوئی اپنی پیشگوئی نہ تھی بلکہ حدیث میں امام مہدیؑ کے متعلق پہلے سے بیان شدہ موجود ہے پس علم غیب پر مشتمل یہ دو نشان جو امام مہدی کے متعلق امام باقرؒ کے ذریعہ مروی ہیں کہ ہمارے مہدیؑ کے لئے رمضان المبارک میں چاند اور سورج گرہن کے دو نشان مقررہ تاریخوں پر ظاہر ہوں گے۔ انہی دو نشانوں کا ذکر حضرت امام مہدی علیہ السلام کے اس شعر کے دوسرے مصرع میں موجود ہے اس لحاظ سے یہ دو نشان بھی جو حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام

کو امام مہدیؑ ثابت کرنے کے لئے آسمان پر ظاہر ہوئے۔ درحقیقت
رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے یہی نشان ہیں جو آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی صداقت پر بھی گواہ ہیں اور آپؐ کے فیض کے واسطہ سے
امام مہدی علیہ السلام کی صداقت پر بھی شاہد ناطق ہیں کیونکہ امام مہدی
علیہ السلام تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب ہیں اور نائب کے
لئے منیب کے بیان کردہ جو نشان ظاہر ہوں ان کا مرجع بھی حقیقت
میں اصل اور منیب یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہوں گے۔ آپ
صلی اللہ علیہ وسلم کے ظل اور نائب کے لئے وہ نشانات آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ سے قرار پائیں گے کیونکہ نائب کا منصب
اپنے منیب صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت و نبوت کی تصدیق کے لئے
نشان دکھاتا ہے۔ ہاں بالواسطہ اور بہ برکت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
ان کے نائب کی صداقت بھی ثابت ہوتی ہے لیکن حقیقت میں مرجع
سب نشانات کا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہوتے ہیں۔ یہ چاند
گرہن اور سورج گرہن کا نشان امام مہدیؑ کے لئے ۱۳۱۱ھ میں ظاہر
ہوا تھا۔ اب چاہیے تو یہ تھا کہ کتابچہ کے مؤلف زاہد الحسینی صاحب
دارقطنی کی حدیث کے ان دونوں نشانوں کے جو چاند گرہن اور سورج
گرہن کی صورت میں امام مہدی کے متعلق بیان ہوئے تھے پورے ہو
جانے پر حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام کو امام مہدیؑ تسلیم کر لیتے مگر
بدقسمتی ملاحظہ ہو کہ انہوں نے دارقطنی میں مذکور نشانوں سے تو کوئی

فائدہ نہیں اٹھایا اور الٹا یہ بہتان باندھ دیا ہے کہ مرزا صاحب اس شعر
میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنا افضل ہونا بیان کرتے ہیں
حالانکہ اس شعر سے پہلے اشعار میں آپؑ نے واضح کر دیا ہے کہ رسول کریم
صلے اللہ علیہ وسلم تو تمام مخلوق کے سردار ہیں اور آپؐ کو جو کچھ ملا ہے
آپؐ کی فرزندی میں بطور ورثہ کے ملا ہے۔

چنانچہ زیر بحث شعر سے پہلے اشعار میں آپؑ فرماتے ہیں:۔

"أَتَزْعَمُ أَنَّ رَسُوْلَنَا سَيِّدُ الْوَرٰی
علی زعم شانیہ توفّی ابتر"

ترجمہ: کیا تو گمان کرتا ہے کہ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم
نے جو مخلوق کے سردار ہیں بے اولاد ہونے کی حالت میں
وفات پائی جیسا کہ دشمن بدگو کا خیال ہے۔

"فَلَا والّذی خلق السّمآء لاجلہ
لہ مثلنا وُلدٌ الی یوم الحشر"

ترجمہ: مجھے اس کی قسم ہے جس نے آسمان بنایا کہ ایسا نہیں ہے
بلکہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے میری طرح اور بیٹے
بھی ہیں اور قیامت تک ہوں گے۔

"وانّا ورثنا مثل ولدٍ متاعہٗ
فایّ ثبوتٍ بَعْدَ ذٰلک یُحضر"

ترجمہ: اور ہم نے اولاد کی طرح اس کی وراثت پائی ہے پس اس

سے بڑھ کر اور کون سا ثبوت ہے جو پیش کیا جائے؟

ان اشعار کے بعد وہ شعر ہے جو معترض نے پیش کیا ہے۔

اب قارئین کرام خود دیکھ لیں۔ اس سے پہلے اشعار میں حضرت مرزا صاحب نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سید الوریٰ یعنی تمام مخلوق کا سردار قرار دیا ہے اور اپنے آپؑ کو آپؐ کا بیٹا قرار دے کر آپؐ کے ہی سامان کا وارث ٹھہرایا ہے۔ پس امام مہدیؑ ہو کر حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام کو چاند سورج گرہن کے آسمانی نشان خدا تعالیٰ کی طرف سے ملے یہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرزند ہونے کی وجہ سے ملے ہیں۔ یہ سب مال و متاع یا جو نشانات بھی آپؑ کو ملے ہیں یہ سب کچھ دراصل تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرار پاتے ہیں

پس رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر افضلیت کا الزام جو زاہد الحسینی صاحب نے زیر بحث شعر کی بنا پر لگایا ہے سیاق کلام کو نظر انداز کر کے ایک بہتان عظیم باندھا ہے جس سے حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام کا دامن بالکل پاک ہے۔ آپؑ تو اپنی جماعت کو ہدایت دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:-

"نوع انسان کے لئے روئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن اور آدم زادوں کے لئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ سو تم کوشش کرو کہ سچی محبت اس جاہ و جلال کے

نبی کے ساتھ رکھو اور اس کے غیر کو اس پر کسی نوع کی بڑائی مت دو تا آسمان پر نجات یافتہ لکھے جاؤ۔ نجات یافتہ کون ہے وہ جو یقین رکھتا ہے کہ خدا سچ ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس میں اور تمام مخلوق میں درمیانی شفیع ہے اور آسمان کے نیچے نہ اس کے ہم مرتبہ کوئی اور رسول ہے اور نہ قرآن کے ہم مرتبہ کوئی اور کتاب ہے۔"

(کشتی نوح صفحہ ۱۳)

پس ا۔ ب اور ج جز کے معترض کے دونوں اعتراض رد ہوئے اس لئے اعتراض کی پہلی جزو کہ "لہٗ" کا ترجمہ "اس کے لئے" کرنے میں بے ادبی اور گستاخی ہے۔ یہ سراسر تعصب کا نتیجہ ہے جس طرح اردو میں خدا تعالیٰ کے لئے واحد غائب اور واحد مخاطب کا صیغہ استعمال کرنے کی بے ادبی اور گستاخی نہیں ہوتا کیونکہ مقصود اس سے خدا کا اپنے اوصاف میں یگانہ بیان کرنا ہوتا ہے۔ اسی طرح چونکہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء میں اپنے کمالات میں یگانہ ہیں اس لئے آپؐ کا ذکر اگر کوئی آپؐ کو یگانہ سمجھتے ہوئے بصیغہ واحد غائب کرے تو اس میں ہرگز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی اور بے ادبی کرنے کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ مسیح موعودؑ کی نیت ان کے پہلے اشعار سے ظاہر ہے کہ آپؑ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا رسول اور

سیدالوریٰ قرار دے کر آپؐ کے تمام مخلوقات میں سے یگانہ ہونے کا اظہار کیا ہے اور یگانہ ہونے کے اظہار کے پیش نظر لہٗ کا ترجمہ "اس کے لئے" کے الفاظ میں کیا ہے اور مراد یہ ہے کہ وہ رسول سیدالوریٰ جو اپنے کمالات میں یگانہ ہے اس کے لئے خدا تعالیٰ نے چاند کے خسوف کا نشان ظاہر فرمایا پس یہ خسوف بھی یگانہ ہے جو کسی نبی کے ہاتھ سے بصورت شق القمر بطور معجزہ کے ظاہر نہیں ہوا۔

کشتی نوح کی مندرجہ بالا عبارت ملاحظہ ہو اس میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یگانہ ہونے کا ہی اظہار ہے کیونکہ اس میں کسی اور نبی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم مرتبہ قرار نہیں دیا گیا۔ اس عبارت میں بھی جو "اس کا" لفظ بصیغہ غائب کئی مرتبہ مذکور ہے۔ وہ آپؐ کو اپنے مرتبہ میں یگانہ ظاہر کرنے کے لئے ہی ہے۔ حدیث نبویؐ میں ہے۔ "اِنَّمَا الاعمال بالنّیات" کہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہوتا ہے۔ کاش زاہد الحسینی صاحب خدا کا خوف دل میں رکھ کر حقیقت کو سمجھنے کی کوشش کرتے اور بدظنی سے کام نہ لیتے۔ خدا نے سچ فرمایا :-

"اِنَّ بعضَ الظّنِّ اِثمٌ"

اور زاہد الحسینی صاحب کی بدگمانی نے انہیں حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام کو گستاخ اور بے ادب لکھ کر اپنے آپ کو سخت گناہ کا مرتکب بنایا ہے۔

اصل حقیقت یہ ہے کہ عربی زبان میں تو مفرد کے لئے معمول کے مطابق جمع کا صیغہ استعمال ہی نہیں ہوتا۔ لہٰذا اردو میں اس کا ترجمہ کرتے ہوئے لفظ "اس" کے استعمال کو کبھی کسی عالمِ دین نے کفر، بے ادبی یا گستاخی قرار نہیں دیا۔

قرآن مجید کی آیات میں جہاں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر بصیغہ واحد غائب آیا ہے کئی بزرگ مترجمین قرآن مجید نے اس کا اردو میں ترجمہ بصیغہ واحد غائب "اس" کے لفظ سے ہی کیا ہے۔ ذیل میں قرآن مجید کی آیت اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَا اُنْزِلَ اِلَیْهِ مِنْ رَّبِّهٖ (البقرہ آخری رکوع) کے ترجمہ کے نمونے بعض مسلمہ بزرگوں کے تراجم سے درج کئے جاتے ہیں :-

(۱) مولانا شبیر احمد عثمانی دیوبندی کا ترجمہ:-

"مان لیا رسولؐ نے جو کچھ اترا اس پر اس کے رب کی طرف سے۔"

(۲) حضرت شاہ عبدالقادر صاحب دہلوی کا ترجمہ:

"ایمان لایا پیغمبر ساتھ اس چیز کے جو اتاری گئی طرف اوس کے پروردگار اوس کے سے"

(۳) حضرت شاہ رفیع الدین صاحب کا ترجمہ:

"ایمان لایا پیغمبر ساتھ اس چیز کے کہ اتاری گئی ہے طرف اس کے پروردگار اس کے سے"

(۴) مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی کا ترجمہ :-

"رسولؐ ایمان لایا اس پر جو اس کے رب کے پاس سے اُس پر اُترا۔"

(۵) نواب صدیق حسن خان صاحب اہل حدیث کا ترجمہ :-

"مانا رسولؐ نے جو کچھ کہ اترا اُس کو اُس کے رب کی طرف سے۔"

(۶) مولوی سیّد امداد حسین صاحب کاظمی شیعہ مترجم کا ترجمہ :-

"یہ رسولؐ (محمدؐ) اس پر جو اُس کے پروردگار کی طرف سے اُس پر نازل کی گئی ایمان لایا۔"

(۷) تفسیر قادری ترجمہ تفسیر حسینی در اُردو :-

"ایمان لایا اور معتقد ہوا رسولؐ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ساتھ اس چیز کے جو بھیجی گئی طرف اوس کے۔"

ان تمام تراجم میں دیوبندی اور بریلوی، حنفی مکاتب فکر کے تراجم کا نمونہ بھی موجود ہے۔ اہل حدیث اور شیعہ عالم کا ترجمہ بھی موجود ہے۔ کیا رسول کریمؐ کے لئے ضمیر واحد غائب کا "اس" ترجمہ کرنے پر زاہد الحسینی کے نزدیک یہ سب کافر ہیں؟ جبکہ خود مولوی زاہد الحسینی نے اپنے کتابچہ میں بھی قرآنی آیت لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ کا ترجمہ "اس دین اور اُس (نبی) کو سب دینوں پر غالب کر دے

کیا ہے۔

اس جگہ ہم زاہد الحسینی صاحب کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے "اس" کے لفظ کے استعمال کو حضورؐ کی شان میں گستاخی اور بے ادبی قرار نہیں دیں گے کیونکہ وہ اُن کو نبی قرار دیتے ہیں۔ اسی طرح حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنا رسول سید الوریٰ کہہ کر آپ کے لئے لہٗ کا ترجمہ "اس کے لئے" کیا ہے تو اس کو زاہد الحسینی صاحب، کو وجہ کفر قرار دینے کا کوئی حق نہیں ورنہ انہیں اُن علماء کو جن کے ترجمہ کا نمونہ دیا گیا ہے کافر قرار دینا ہوگا جس کے لئے وہ تیار نہیں ہوں گے۔ پس حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام پر ان کا الزام محض تعصب کی وجہ سے ہے

وجہ کفر دہم :

معترض کے نزدیک یہ امر بھی وجہ کفر ہے کہ جب حضرت بانی سلسلہ احمدیہؑ کی نعش مبارک لاہور سے قادیان پہنچائی گئی تو آپؑ کی اہلیہ محترمہ نے نعش کو یوں خطاب کیا :-

"تو نبیوں کا چاند تھا۔ تیرے ذریعہ میرے گھر میں فرشتے اترتے تھے اور خدا کلام کرتا تھا۔"

(سیرت مسیح موعودؑ مطبوعہ قادیان حصہ سوم صفحہ ۵۳)

معترض لکھتا ہے :-

"اس عبارت میں نہ یہ کہ مرزا کو نبی کہا گیا بلکہ نبیوں کا چاند کہا گیا اور اس کی وجہ سے فرشتوں کے نزول اور خداوند قدوس کے نزول کا اظہار کیا گیا۔ کیا اس سے تمام انبیاءؑ کی توہین بے ادبی اور گستاخی نہیں ہوتی۔"

(کتابچہ صفحہ ۱۲)

الجواب اس عبارت میں جس پر اعتراض کیا گیا ہے۔ خدا کے نزول کا کوئی ذکر نہیں بلکہ صرف خدا کے کلام کرنے کا ذکر ہے البتہ فرشتوں کے نزول کا ضرور ذکر ہے اور فرشتوں کے نزول کے متعلق تو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے:-

"إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ ۝"

(سورہ حٰم سجدہ: ۳۰)

کہ جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے اور اس پر پکے ہو گئے ان پر خدا کے فرشتے نازل ہوتے ہیں کہ تم کوئی خوف اور غم نہ کرو اور اس جنت کی بشارت پاؤ جس کا تم وعدہ دیئے گئے ہو۔

لہٰذا جب فرشتے مستقیم الحال مومنوں پر بھی نازل ہوتے ہیں تو حضرت بانی سلسلہ احمدیہ تو مسیح موعود، امام مہدی اور

امتی نبی تھے ان پر فرشتے کیوں نازل نہ ہوتے؟ اسی مرتبہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب مجدد صدی دوازدہم نے اپنی کتاب "خیر الکثیر" میں نازل ہونے والے مسیح موعود کے متعلق لکھا ہے:-

"تنعکس فیہ انوار سیّد المرسلین"

(الخیر الکثیر ص ۷۲)

کہ اس میں سید المرسلین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار منعکس ہوں گے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں سراج منیر کہا ہے اور سورج کو بھی سراج وہاج کہا ہے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو تمام انبیاء کے کمالات کے جامع ہیں آفتاب رسالت ہیں۔ ان کے انوار کے عکس کو جو مسیح موعود ہے نبیوں کا چاند کہتے ہیں نبیوں کی کوئی بے ادبی اور گستاخی نہیں۔ بلکہ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بلند شان کا اظہار ہے۔

پھر شاہ ولی اللہ صاحبؒ مسیح موعودؑ کے متعلق فرماتے ہیں:-

"هُوَ شَرْحٌ لِلْاِسْمِ الْجَامِعِ الْمُحَمَّدِيِّ وَنُسْخَةٌ مُنْتَسِخَةٌ مِنْهُ"

(الخیر الکثیر ص ۷۲)

کہ وہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جامع نام

محمدی کی پوری شرح اور اس کا ہی ایک نسخہ ہے۔

پھر امام مہدیؑ کی شان میں یہ لکھا ہے کہ:۔

"وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حقیقی بروز ہوگا۔"

(تفہیمات الٰہیہ)

اب ایسی ہستی کو جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عکس ہو جیسے آپ کے نام محمد کی شرح اور آپ کا نسخہ قرار دیا گیا ہو۔ نبیوں کا چاند کہنا کیسے وجہ کفر ہو سکتا ہے سب نبی اپنے اپنے زمانہ میں چاند تھے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آفتاب رسالت کا ہی پرتو تھے لہٰذا امت محمدیہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل مسیح موعود علیہ السلام کو آپؐ کے آفتاب رسالت سے فیض یاب ہونے سے نبیوں کا چاند کہنا صرف یہ مفہوم رکھتا ہے کہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہؑ انبیاء کے مظہر تھے اور اس زمانہ میں آپؑ کے ذریعہ انبیاء کا جمال دیکھا جا سکتا تھا۔ مظہر کے ذریعہ تو اس کا احترام مقصود ہوتا ہے جس کا وہ مظہر ہو۔ پس چونکہ مسیح موعود اور مہدی معہودؑ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مظہر ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جامع کمالات انبیاء اور سب نبیوں سے فیض رسانی میں بڑھ کر ہیں اس لئے حضرت مسیح موعود اور مہدی معہودؑ کو نبیوں کا چاند قرار دینے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بلند شان کا اظہار ہے اور دوسرے نبیوں کی اس میں کوئی بے ادبی اور گستاخی نہیں بلکہ مسیح موعود اور مہدی معہودؑ تو

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مظہریت کے واسطہ سے سب انبیاء کا مظہر ہوا ہے اور مظہر حق کا مظہر ہو ان کے احترام کا باعث ہوتا ہے نہ کہ بے ادبی کا۔

پس نبیوں کے چاند سے مراد ایسا وجود تھا جس میں انبیاء کا جلوہ نظر آتا تھا۔ گو حضرت بانیؑ سلسلہ احمدیہ امتی نبی ہیں مگر نبیوں کا چاند ہونے کے لئے تو نبی ہونا بھی ضروری نہیں ہوتا بلکہ سب کامل مومنین جو انبیاء پر ایمان رکھتے ہیں وہ بھی نبیوں کا چاند ہی ہوتے ہیں کیونکہ ان سے نبیوں کی نبوت کے جلوے نظر آتے ہیں۔ اس مفہوم میں حضرت مولانا جلال الدین رومی علیہ الرحمۃ نے مثنوی میں کہا ہے:۔

"چوں بدادی دست خود در دستِ پیر
پیر حکمت کو علیم است و خبیر
آں نبیٔ وقت باشد اے مرید
کہ ازو نور نبی آمد پدید"

کہ جب اے مرید تو نے اپنا ہاتھ پیر کے ہاتھ میں دیا جو پر حکمت اور علیم و خبیر ہے تو اے مرید وہ وقت کا نبی ہوگا کیونکہ اس سے نبی کا نور ظاہر ہو رہا ہوگا۔

وجہ کفر یازدہم:

معترض لکھتا ہے:۔

"قادیانی اپنے درود میں مرزا کو سید دوعالم سے افضل سمجھتے ہیں۔" (کتابچہ صـ۱۲)

الجواب یہ معترض کا سفید جھوٹ ہے۔ معترض نے تعصب اور بغض کی وجہ سے اس بات سے یہ جھوٹا نتیجہ نکالنے اور بہتان تراشنے کی کوشش کی ہے کہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے ایک مرید پیر سراج الحق صاحب نے بیان کیا ہے کہ انھوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو صلّی اللہ علیک وعلیٰ محمّد" کہا اور یہ واقعہ بھی بیان کیا کہ:—

"ایک روز مغرب کی نماز پڑھی گئی اور میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس کھڑا تھا جب سلام پھیرا گیا تو آپ نے بایاں ہاتھ میری ران پر رکھ کر فرمایا کہ صاحبزادہ صاحب اس وقت میں التحیات پڑھتا تھا الہاماً میری زبان پر جاری ہوا کہ صلّی اللہ علیک وعلیٰ محمّد"

(سیرت مسیح موعودؑ مطبوعہ قادیان صـ۳۱۶-۳۱۷ و ۳۱۹)

معترض نے اس پر گالیاں دیتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اپنے آپ کو سیدِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے اکمل اور افضل کہنے کا نتیجہ نکالا ہے حالانکہ اس سارے مضمون میں ایک بھی لفظ ایسا نہیں جس میں حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے اپنے آپ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اعلیٰ اور افضل کہا ہو۔ بلکہ اس جگہ تو صرف یہ ذکر ہے کہ التحیات میں آپؑ نے جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

پر حضور کے مطابق اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ والا درود شریف پڑھا تو الہاماً آپ کی زبان پر صلّی اللہ علیک وعلیٰ محمد کے الفاظ جاری ہوئے۔ خدا گواہ ہے۔ نماز میں ساری جماعت احمدیہ اوپر والا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سکھایا ہوا درود ہی پڑھتی ہے۔ ہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام چونکہ صاحبِ الہام تھے اس لئے آپ کی زبان پر یہ درود شریف پڑھتے کے بعد جو الہام جاری ہوا اس سے حدیث نبویؐ کی تصدیق ہوتی ہے جس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:—

"مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ وَاحِدَۃً صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ عَشْرًا"

کہ جو مجھ پر ایک دفعہ درود بھیجے اللہ تعالیٰ اس پر دس دفعہ درود بھیجے گا۔

پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جب التحیات میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا تو خدا تعالیٰ نے حدیث نبویؐ کی تصدیق میں کہا صلّی اللہ علیک وعلیٰ محمّد۔ درود پڑھتے ہوئے آپؑ کے الفاظ تو دعائیہ تھے مگر خدا تعالیٰ نے جو کہا صلّی اللہ علیکَ وعلیٰ محمّد۔ یہ جملہ خبریہ ہے جو حدیث نبوی کی تصدیق میں الہام ہوا۔ پس یہ الہام آپؑ کی طرف سے پڑھے گئے درود کی قبولیت کی علامت تھا۔ گویا خدا نے کہا کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

پر تیرے التحیات میں درود پڑھنے کو قبول کر کے تجھے بھی موردِ رحمت بنایا ہے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی مزید رحمت نازل کی ہے پس اس میں تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر مزید رحمت خاصہ نازل ہونے کا ذکر ہے لہٰذا اس میں آپؐ کی بے ادبی اور گستاخی کا تصور کیسے ہو سکتا ہے۔ پھر یہ الفاظ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بھی نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کے ہیں اور اس مقام کے لحاظ سے پہلے خدا کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ہی مخاطب کر کے صلی اللہ علیک کہنا چاہیئے تھا اور پھر یہ ظاہر کرنے کے لئے یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنے کی برکت کا نتیجہ ہے ساتھ ہی اس درود پڑھنے سے جو برکت اور رحمت خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائی اس کا ذکر بھی ساتھ ہی فرما دیا ہے۔ پس اس میں نہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی بے ادبی ہے اور نہ گستاخی اور نہ اس سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اعلیٰ اور افضل ہونے کا نتیجہ برآمد ہوتا ہے بلکہ بطفیل رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ایک برکت ملنے کا ذکر ہے یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس الہام کے بھی مطابق ہے جس میں خدا تعالیٰ نے آپؑ کو بتایا ہوا ہے کہ:۔

"کُلُّ بَرَکَۃٍ مِّنْ مُّحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ"

کہ سب برکت (جو آپؑ کو مل رہی ہے) محمد صلی اللہ علیہ وسلم

کے طفیل ہے۔

اس موقعہ پر پیر سراج الحق صاحب نے اپنے ذوق کے مطابق خدائی الہام کی تشریح میں اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو صلی اللہ علیک وعلی محمد کہہ کر مخاطب کیا یا جواب دیا تو یہ صرف الہام الٰہی کی اپنے ذوق کے مطابق تشریح تھی کیونکہ انہوں نے یہ الہام مسیح موعود سے سنا تھا ورنہ احمدی معمولاً حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اس طرح مخاطب نہیں کیا کرتے تھے۔

وجہ کفر دوازدہم:

معترض نے اپنے نمبر ۲ میں پہلے لکھا ہے سورہ الانبیآء کی آیت ۱۰۷ میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرمایا وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ پھر تذکرہ صفحہ ۸۱ سے مسیح موعود علیہ السلام کا انہی الفاظ میں اپنا الہام پیش کرنے کو گستاخی اور بے ادبی قرار دیا ہے۔

الجواب: اس کے جواب میں عرض ہے کہ اصل حقیقت یہ ہے کہ حقیقی طور پر تو ہمارے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی رحمۃ للعالمین ہیں مگر آپ کے ذریعہ تمام دنیا پر خدا کی رحمت اس طرح تقسیم ہوئی ہے کہ خدا تعالیٰ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اظلال اور خلفاء کو سارے جہانوں کے لئے رحمت

بنا دیا ہے اس لئے امام مہدی اور مسیح موعود علیہ السلام چونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی فیض رسانی سے آپؐ کا نبی ہو کر آئندہ کے لئے امام مقرر کئے گئے ہیں اور امام کا وجود کسی قوم میں رحمت الٰہی ہی ہوتا ہے اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل آپؑ کو بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے الہام میں رحمۃ للعالمین قرار دیا ہے تو ٹھیک کیا ہے۔ حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام کا یہ بھی الہام ہے کہ کُلُّ بَرَکَۃٍ مِّنْ مُّحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کہ ہر برکت جو آپؑ کو ملی ہے وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل ملی ہے۔

پس اصلی رحمۃ للعالمین ہمارے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور آپؐ کے بعد آپؐ کے خلفاء اور امام مہدی علیہ السلام سب کے سب آپؐ کے ہی طفیلی ہو کر رحمۃ للعالمین ہیں۔ آپؐ کے خلفاء کا وجود دنیا کے لئے رحمۃ ہی ہے، بلکہ ہم تو کہہ سکتے ہیں سب مومنوں کا وجود جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لا کر مومن بنے۔ ساری دنیا کے لئے رحمت ہے کیونکہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔۔۔

"وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ فَسَاَکْتُبُھَا
لِلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ
وَالَّذِیْنَ ھُمْ بِاٰیٰتِنَا یُؤْمِنُوْنَ"

(الاعراف آیت ۱۵۷)

ترجمہ: میری رحمت ہر ایک چیز پر حاوی ہے پس میں ضرور

اس کو ان لوگوں کے لئے لکھوں گا جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں۔

پس جب مومنوں کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے اور اعمال صالحہ بجا لانے سے رحمت الٰہی ملتی ہے تو ان کا وجود بھی دنیا کے لئے رحمت ہی بنے گا نہ کہ زحمت۔

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین بطور اصل کے ہیں اور امام مہدی علیہ السلام بطور ظل کے۔ پس اس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی گستاخی اور بے ادبی نہیں بلکہ آپؐ کی شان بلند کا اظہار ہو رہا ہے جو کسی نبی کو حاصل نہیں ہوئی۔ کیونکہ ہر ایک نبی ایک ایک قوم اور زمانہ کے لئے رحمت تھا لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام قوموں اور زمانوں کے لئے قیامت تک کے لئے اصل رسول ہیں اور رحمت ہیں اور آپؐ کے خلفاء بھی آپؐ کے طفیل آئندہ کی ساری دنیا کے لئے رحمت بنا دیئے گئے ہیں۔ رسول کریمؐ کی فیض رسانی سے آپؐ کے خلفاء کے دنیا کے لئے رحمت بننے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی اور بے ادبی قرار دینا محض نادانی ہے اور زاہد الحسینی صاحب کا حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام کے خلاف محض بغض اور تعصب کا مظاہرہ ہے۔ ورنہ اسلام میں امام مہدیؑ اور مسیح موعودؑ کے وجود کو سارے مسلمان عالمین کے لئے رحمت ہی جانتے ہیں۔

حضرت مرزا غلام احمد مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں :-

"ہمارا اس بات پر بھی ایمان ہے کہ ادنیٰ درجہ صراط مستقیم کا بھی بغیر اتباع ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی انسان کو حاصل نہیں ہو سکتا۔ چہ جائیکہ راہ راست کے اعلیٰ مدارج بجز اقتدا اس امام الرسل کے حاصل ہو سکیں۔ کوئی مرتبہ شرف و کمال کا اور کوئی مقام عزت اور قرب کا بجز سچی اور کامل متابعت اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم ہرگز حاصل کر ہی نہیں سکتے۔ ہمیں جو کچھ ملتا ہے ظلی اور طفیلی طور پر ملتا ہے۔"

(ازالہ اوہام ایڈیشن اول صفحہ ۱۳۸)

پس مسیح موعود رحمۃ للعالمین ہونے میں اصل نہیں ہیں۔ اصل تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خدا کی طرف سے جو مدارج اور مراتب بھی ملے ہیں وہ سب کے سب ظلی اور طفیلی ہیں انہیں مراتب میں سے آپ کا ظلی طفیلی طور پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب ہونے کی صورت بطور امام مہدی و مسیح موعود رحمۃ للعالمین ہونا بھی ہے۔

اصلی مصداق اس مرتبہ کے حضرت مسیح موعود اور مہدی معہود کے

نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔

اصلی اور ظلی کے فرق کے علاوہ اس مرتبہ کے پانے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور امام مہدی علیہ السلام کے درمیان ایک اور فرق بھی ہے۔ وہ فرق یہ ہے کہ امام مہدی علیہ السلام اپنے ظہور سے لے کر تا قیامت طفیلی رحمۃ للعالمین ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے سے ہی آئندہ تمام جہانوں کے لئے ہمیشہ ہمیش کے لئے اصلی رحمۃ للعالمین رہیں اور آدم علیہ السلام کے بعد جتنے نبی بھی آئے ان کا اپنی اپنی دنیا کے لئے رحمت ہونا بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ السلام کے رحمۃ للعالمین ہونے کے طفیل تھا۔ یہ ہے جماعت احمدیہ اور اس کے امام مہدی علیہ السلام کا عقیدہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے رحمۃ للعالمین ہونے کے متعلق۔

پس زاہد الحسینی صاحب خدا کا خوف کریں اور لوگوں کو یہ دھوکا نہ دیں کہ مرزا صاحب نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے رحمۃ للعالمین ہونے کا مرتبہ چھین لینے کا دعویٰ کیا ہے

۱۳
وجہ کفر سیزدہم :

معترض آگے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ شعر درج کرتا ہے کہ :-

"وَكَانَ كَلَامُ مُعْجِزًا آيَةً لَهُ
كَذٰلِكَ لِي قَوْلٌ عَلَى الْكُلِّ يَبْهَرُ"

اور اس کے معجزات میں سے معجزانہ کلام بھی تھا اسی
طرح مجھے وہ کلام دیا گیا۔ جو سب پر غالب ہے۔
(ضمیمہ نزول المسیح ص۱۰۷)

اور آگے لکھا ہے کہ

"مرزا قادیانی نے قرآن مجید کی توہین کرتے ہوئے کہا
ہے "قرآن شریف خدا کی کتاب اور میرے منہ کی
باتیں ہیں" (تذکرہ ص۹۹) اس سے بڑھ کر اور توہین
کیا ہو سکتی ہے کہ قرآن شریف کو اپنی منہ کی باتیں کہا
ہے کسی بھی نبی علیہ السلام کی باتیں قرآن شریف نہیں
ہو سکتیں۔ قرآن شریف سے مراد اللہ تعالیٰ کا کلام
عزیز ہی ہے۔ مرزا قادیانی کے قرآن کا نمونہ اسی عبارت
میں درج ہے:۔

"دی ڈیز شیل کم وہن گاڈ شیل ہیلپ یو"
یہ مرزا قادیانی کا قرآن ہے ہو سکتا ہے قادیانی اپنی
عبادت میں یہی پڑھتے ہوں۔"
(کتابچہ مذکور ص۱۵)

اس عبارت میں معترض نے چار بہتان باندھے ہیں:۔
اول: قرآن کی توہین کی ہے
دوم: قرآن کو اپنی منہ کی باتیں کہا ہے

سوم: ایک انگریزی زبان کے الہام کو مرزا قادیانی کا قرآن کہا ہے
چہارم: پھر یہ کہا۔ ہو سکتا ہے قادیانی اپنی عبادت میں یہی پڑھتے ہوں

ان سب باتوں کا جواب یہ ہے کہ یہ چاروں بہتان ہیں۔
لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ! اب تفصیلی جواب ملاحظہ ہو۔

اعتراض اول کا جواب: جس شعر کو معترض نے پیش کیا ہے
اس میں قرآن مجید کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ قرار دیا گیا
ہے پس جو شخص قرآن کو معجزہ قرار دیتا ہو وہ قرآن مجید کی یہ کیسے
سے توہین نہیں کرتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل اس
کے کلام کو اس کے زمانہ کے سب لوگوں پر غالب کیا گیا ہے۔ اس شعر سے
اگلے دو شعروں میں لکھا ہے:۔ ؎

"اذا القوم قالوا ایدّعی الوحی عامداً
عجبت فانی ظلٌّ بدر ینوّرُ
جب قوم نے کہا کہ یہ تو عمداً وحی کا دعویٰ کرتا ہے میں
نے تعجب کیا کہ میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ظلّ چود
"وانّی نظلّ ان یخالف اصلہ
فمافیہ فی وجھی یلوح ویزھر"
اور سایہ کیونکر اپنے اصل کے مخالف ہو سکتا ہے پس وہ
روشنی جو اس میں ہے وہ مجھ میں چمک رہی ہے۔
پس حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کو بوجہ امام مہدی اور مسیح موعود ہونے

کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ظلیت میں کلام کا معجزہ دیا گیا ہے جس سے آپ زمانہ کے تمام علماء پر غالب آئے اور عربی زبان میں قرآن مجید کی ظلیت میں خدا تعالیٰ نے آپ کی بعض تحریرات کو اپنے زمانہ کے تمام لوگوں کے بالمقابل معجزہ بنا دیا۔

قرآن مجید تو دائمی معجزہ ہے قیامت تک کے لئے لیکن آپ کی کتاب اعجاز احمدی جو عربی قصیدہ پر مشتمل ہے اور آپ کی کتاب اعجاز المسیح کہ جس میں عربی زبان میں سورۃ فاتحہ کی تفسیر بیان کی گئی ہے۔ خدا نے کلام غالب کر دیا لیکن یہ سب آپ کے الہام "کل برکۃ من محمد صلی اللہ علیہ وسلم" کے مطابق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت ہونے کی وجہ سے دراصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی معجزہ ہے جو آپ کے مسیح موعود اور مہدی معہود کے ذریعہ ظاہر ہوا۔ جو آپ کا نائب اور خلیفہ ہے۔ نائب کے معجزات کا اصل مرجع منیب ہی ہوتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تو لکھتے ہیں:-

"کوئی مرتبہ شرف و کمال کا اور کوئی مقام عزت و قرب کا بجز سچی اور کامل متابعت اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم ہرگز حاصل کر ہی نہیں سکتے ہیں جو کچھ ملتا ہے ظلی اور طفیلی طور پر ملتا ہے۔"

(ازالہ اوہام صفحہ ۱۳۸ ایڈیشن اول)

آپ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں فرماتے ہیں:-

"آسمان کے نیچے نہ اس (رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔ ناقل) کے ہم مرتبہ کوئی اور رسول ہے اور نہ قرآن کے ہم مرتبہ کوئی اور کتاب ہے۔"

(کشتی نوح صفحہ ۱۳)

پھر جماعت کو نصیحت فرماتے ہوئے قرآن مجید کی شان یہ بیان فرماتے ہیں:-

"تم ہوشیار رہو اور خدا کی تعلیم اور قرآن کی ہدایت کے برخلاف ایک قدم بھی نہ اٹھاؤ۔ میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں جو شخص قرآن کے سات سو حکم میں سے ایک چھوٹے سے حکم کو بھی ٹالتا ہے وہ نجات کا دروازہ اپنے اوپر بند کرتا ہے۔ حقیقی اور کامل نجات کی راہیں قرآن نے کھولیں۔ باقی سب اس کے ظل تھے سو تم قرآن کو تدبر سے پڑھو اور اس سے بہت ہی پیار کرو۔ ایسا پیار کہ تم نے کسی سے نہ کیا ہو۔ کیونکہ جیسا کہ خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ الخیر کلّہ فی القرآن کہ تمام قسم کی بھلائیاں قرآن میں ہیں۔ یہی بات سچ ہے۔"

(کشتی نوح صفحہ ۳۸)

اعتراض دوم کا جواب: بحوالہ تذکرہ صفحہ ۹۹ جو عبارت معترض نے درج کی ہے وہ اس صفحہ پر موجود نہیں۔ البتہ یہ عبارت تذکرہ کے صفحہ ۱۴۹ پر بطور الہام الٰہی ان الفاظ میں درج ہے:۔

"خدا تیرے سب کام درست کر دے گا اور تیری ساری مرادیں تجھے دے گا۔ رب الافواج اس طرف توجہ کرے گا اس نشان کا مدعا یہ ہے کہ قرآن شریف خدا کی کتاب اور میرے منہ کی باتیں ہیں۔"

یعنی خدا تعالیٰ فرماتا ہے جو نشان ہم تیری معرفت دکھائیں گے اس سے ثابت ہو جائے گا کہ قرآن خدا تعالیٰ کی کتاب ہے اور مجھ خدا کے منہ سے نکلی ہوئی باتیں ہیں۔ پس اس الہام میں خدا تعالیٰ کہہ رہا ہے کہ قرآن میرے منہ کی باتیں ہیں۔ یعنی یہ لفظاً لفظاً مجھ خدا کی لفظی وحی ہے۔ غیر لفظی الہام یا وحی نہیں ہے۔

غالباً زاہد الحسینی صاحب نے اصل مقام سے تذکرہ دیکھا نہیں اور کہیں سے غلط حوالہ دیکھ کر یہ بات لکھدی ہے کہ مرزا صاحب کہتے ہیں کہ قرآن میرے منہ کی باتیں ہیں لیکن اگر انھوں نے خود یہ بناوٹ کی ہے تو ان کے لئے سخت مقام خوف ہے کیونکہ یہ تقویٰ کے خلاف حرکت ہے کہ وہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہؑ کے الہام کو جو خدا کی طرف سے ہے ان کا اپنا کلام قرار دے کر اس پر اس اعتراض کی عمارت کھڑی کر رہے ہیں کہ مرزا صاحب نے قرآن کو اپنے منہ کی باتیں کہا ہے۔

اس امر پر تعجب نہیں کرنا چاہیئے کہ خدا تعالیٰ نے اس الہام کے پہلے فقرہ میں قرآن شریف کو خدا کی کتاب کہہ کر یعنی اپنا بصیغہ غائب ذکر کر کے آگے بصیغہ متکلم یہ کیسے کہہ دیا ہے کہ "اور میرے منہ کی باتیں ہیں"۔ اس پر تعجب اس لئے نہیں کرنا چاہیئے کہ خدا کے کلام کرنے کا یہ بھی ایک طریق ہے کہ وہ کبھی پہلے اپنا بصیغہ غائب ذکر کرتا ہے پھر غائب کے صیغے سے متکلم کے صیغے کی طرف التفات کر لیتا ہے۔

چنانچہ دیکھئے قرآن مجید میں بھی خدا تعالیٰ نے یہ طریق اختیار کیا ہے چنانچہ سورۃ فاطر میں فرماتا ہے:۔

"وَاللّٰهُ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ الرِّیٰحَ فَتُثِیْرُ سَحَابًا فَسُقْنٰهُ اِلٰى بَلَدٍ مَّیِّتٍ فَاَحْیَیْنَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ كَذٰلِكَ النُّشُوْرُ"

(فاطر آیت ۹)

ترجمہ: اللہ وہ ہے جو ہوائیں بھیجتا ہے جو بادل کو اٹھاتی ہیں پھر ہم اس کو ایک مردہ ملک کی طرف ہانک کر لے جاتے ہیں اور اس کے ذریعہ ہم زمین کو اس کی ویرانی کے بعد آباد کر دیتے ہیں۔ اسی طرح موت کے بعد جی اٹھنے کا قانون مقرر ہے۔

تیسرا بہتان معترض کا یہ ہے کہ وہ ایک انگریزی الہام نقل کرتا ہے جو تذکرہ صفحہ ۹۹ پر درج ہے۔ اور کہتا ہے کہ یہ مرزا قادیانی کا قرآن ہے

اور اس کے متعلق چوتھا بہتان یہ باندھتا ہے کہ ہو سکتا ہے قادیانی اپنی عبادت میں یہی پڑھتے ہوں۔ معترض کے یہ دونوں قول صریح بہتان ہیں نہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ اور جماعت احمدیہ اس الہام کو حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہؑ کا قرآن قرار دیتی یا جانتی ہے اور نہ ہی نماز میں اس الہام کو پڑھتی ہے

وجہِ کفر چہاردہم:

اس کے بعد معترض نے حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کا یہ کشف درج کیا ہے:—

"کشفی طور پر میں نے دیکھا کہ میرے بھائی صاحب مرحوم مرزا غلام قادر میرے قریب بیٹھ کر با آواز بلند قرآن شریف پڑھ رہے ہیں اور پڑھتے پڑھتے انہوں نے ان فقرات کو پڑھا۔ اِنَّا اَنْزَلْنَاہُ قَرِیْبًا مِّنَ الْقَادِیَانِ تو میں نے سن کر بہت تعجب کیا تب انہوں نے کہا دیکھو یہ لکھا موجود ہے تب میں نے نظر ڈال کر جو دیکھا تو معلوم ہوا کہ فی الحقیقت قرآن شریف کے دائیں صفحہ میں شاید قریب نصف کے موقع پر یہی الہامی عبارت لکھی ہوئی موجود ہے۔ تب میں نے اپنے دل میں کہا۔ ہاں واقعی طور پر قادیان کا

نام قرآن شریف میں درج کیا گیا ہے اور میں نے کہا تین شہروں کا نام اعزاز کے ساتھ قرآن شریف میں درج کیا گیا ہے مکہ اور مدینہ اور قادیان۔"

(تذکرہ صفحہ ٧٥-٧٦)

اس پر معترض نے یہ نکتہ چینی کی ہے کہ قادیان کو مکہ اور مدینہ کا ہم پلّہ قرار دے کر قرآن شریف کی بے ادبی کی ہے۔

الجواب ظاہر ہے کہ یہ سارا بیان ایک کشفی واقعہ ہے اور کشفی واقعات تعبیر طلب ہوتے ہیں۔ قادیان کا نام چونکہ بظاہر قرآن مجید میں موجود نہیں لہٰذا اس کی تعبیر کرنا ہوگی کیونکہ کشف خواب کی طرح تعبیر طلب ہوتا ہے دیکھو حضرت یوسف علیہ السلام نے رؤیا میں دیکھا تھا کہ چاند سورج اور ستارے انہیں سجدہ کر رہے ہیں، قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ سورج چاند اور ستارے اور چارپائے خدا کو سجدہ کر رہے ہیں۔ اب کوئی احمق ہی اس سے یہ نتیجہ نکال سکتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے اس رؤیا یا کشف سے اللہ تعالیٰ کی توہین اور بے ادبی ہوتی ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کا یہ کشف تعبیر طلب تھا اور سورج چاند اور ستاروں سے حضرت یوسف علیہ السلام کو اقبال ملنے پر ان کے ماں باپ اور بھائی مراد تھے

اسی طرح مکہ کا نام بصورت بکّہ اور مدینہ کا نام بصورت یثرب امّ القریٰ قرآن مجید میں مذکور ہیں اور قرآن مجید کی برکت کے طفیل مکہ اور

مدینہ منورہ کو ساری دنیا میں عزت ملی ہے۔ قادیان کا نام قرآن مجید میں لفظاً موجود نہیں لیکن کشف میں مکہ اور مدینہ کے آگے قادیان لکھا ہوا تیسرے نمبر پہ اعزاز کے ساتھ دکھایا گیا جس کی تعبیر یہ تھی کہ قرآن مجید کی برکت کے طفیل قادیان کا نام بھی مکہ اور مدینہ کے بعد تیسرے درجہ پر دنیا میں عزت کے ساتھ لیا جائے گا۔ کیونکہ یہ مقام بھی اس لحاظ سے قابلِ عزت ہے کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روحانی فرزند اور ظلی امام مہدی اور مسیح موعود علیہ السلام کی رہائش گاہ ہے۔ پس اس کشف میں قطعاً قرآن مجید کی کوئی بے ادبی نہیں بلکہ اسی کی اشاعت کا مرکز بن جانے کی بنا پر قرآن مجید کے طفیل قادیان کو عزت ملی ہے تو یہ امر تو قرآن مجید کے نہایت معزز کتاب ہونے پر دال ہوا نہ کہ اس سے قرآن مجید کی کوئی بے ادبی ہو گئی۔

اس کے بعد معترض نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضؓ کی ایک عبارت پیش کی ہے جو ربوہ کے متعلق ان الفاظ میں ہے:۔

"یہ نئی بستی جہاں ایک طرف مدینہ سے مشابہت
رکھتی ہے اس لحاظ سے کہ ہم قادیان سے ہجرت
کرنے کے بعد یہاں آئے تھے وہاں یہ دوسری طرف
مکہ سے بھی مشابہت رکھتی ہے۔"

الجواب: قرآن مجید میں خدا تعالیٰ ہجرت گاہ کے متعلق فرماتا ہے کہ:۔

"وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي الْاَرْضِ مُرَاغَمًا وَّسَعَةً"

(النسآء ع ۱۴)

کہ جو بھی اللہ کی راہ میں ہجرت کرے گا وہ ملک میں حفاظت کی جگہیں اور فراخی کا سامان پائے گا۔

پس ربوہ کی ہجرت گاہ بوجہ ہجرت فی سبیل اللہ ہونے کے یقیناً مدینہ منورہ سے بلحاظ ہجرت گاہ ہونے کے ایک مشابہت رکھتی ہے لہٰذا اس ہجرت گاہ کا مدینہ سے بوجہ ہجرت گاہ ہونے کے مناسبت رکھنے کا بیان ہرگز قابلِ اعتراض امر نہیں۔ اور اسی طرح ربوہ کی ہجرت گاہ مکہ کی ابتدائی حالت کی طرح ایک زمین تھی جس میں کوئی کھیتی باڑی نہ ہوتی تھی۔ تو بنجر زمین ہونے کی وجہ سے وہ اس بنا پر اپنی ابتدائی حالت کے لحاظ سے مکہ کی سرزمین سے بھی ضرور مشابہ ہے اور کسی عام جگہ کا کسی خاص وجہ کی بنا پر جو وجہ دونوں میں کسی پہلو سے مشترک ہو اس پہلو میں خاص جگہ سے تشبیہ دینا اس خاص جگہ کی ہتک کا باعث نہیں بلکہ اس خاص جگہ کے اعزاز کا اظہار ہوتا ہے کیونکہ تشبیہ ایک نئے شہر سے عزت پانے والی یا آباد ہونے والی جگہ کو ایک دوسری عزت یافتہ جگہ سے دی گئی ہے جس کا اعزاز پہلے سے مسلّم ہے۔ مشہور حدیث نبویؐ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہوا ہے:۔

"علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل"

کہ میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کے مشابہ ہیں

تو کیا اس میں انبیاء بنی اسرائیل کی ہتک مقصود ہے یا ان کے مرتبہ کو گرانا مقصود ہے۔ ہرگز نہیں۔ جو ایسا خیال کرے وہ غبی اور کودن ہوگا۔ خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے:۔

"فَاَخْرَجْنٰهُمْ مِّنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ وَّ كُنُوْزٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ كَذٰلِكَ وَاَوْرَثْنٰهَا بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ" (الشعراء: ۵۷)

کہ ہم نے فرعون اور آل فرعون کو باغوں اور چشموں اور خزانوں اور عزت والے مقام سے باہر نکالا اور اس کا (یعنی اس جیسے مقام کنعان کا) بنی اسرائیل کو وارث کردیا۔

اس آیت میں کنعان کی زمین کی مصر کی زمین سے مشابہت، باغوں، چشموں، خزانوں اور مقام عزت کے لحاظ سے دی گئی ہے تو کیا مصر کی زمین کی ہتک مقصود ہے؟ ہرگز نہیں۔

وجہ کفر پانزدہم (۱۵):

معترض لکھتا ہے:۔

• مسلمان قادیانیوں کو اس لئے بھی کافر سمجھتے ہیں کہ

مرزا قادیانی نے اہل بیت نبوت کی سخت توہین کی ہے.... ..... ان کی گستاخی اور بے ادبی والا کافر ہو جاتا ہے ...... مرزا قادیانی نے کہا ہے۔

"ایک مرتبہ نماز مغرب کے بعد عین بیداری میں ایک تھوڑی سی غیبت حس سے جو خفیف سے نشاء سے مشابہ تھی ایک عجیب عالم ظاہر ہوا کہ پہلے یک دفعہ چند آدمیوں کے جلد جلد آنے کی آواز آئی ہے۔ پھر اس وقت پانچ آدمی نہایت وجیہہ اور مقبول اور خوبصورت سامنے آگئے یعنی پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم و حضرت علی و حسنین و فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہم اجمعین اور ایک نے ان میں سے ایسا یاد پڑتا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے نہایت محبت اور شفقت سے مادرِ مہربان کی طرح اس عاجز کا سر اپنی ران پر رکھ لیا۔"

معترض نے نہایت بے باکی سے اس واقعہ کو کشف سمجھنے کی بجائے جو بیداری سے مشابہ ہوتا ہے لیکن اس میں حواس غائب ہوتے ہیں لکھا ہے:۔

"قادیانیوں کے گرو نے جاگتے ہوئے ان پاکیزہ بزرگ ترین اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں کو اپنے ہاں آتے دیکھا پھر اس بے باک نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بارے

ہیں جو کہ اس کو ہم دوبارہ نہیں لکھ سکتے تو کیا ایسے بیباک اور اس کو ماننے والوں کو وہ مسلمان کافر نہ سمجھیں جن کے عقیدہ میں یہ ہے کہ قیامت کے دن جب جگر گوشہ رسولِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ہو گا تو سب کو ادب و احترام سے آنکھیں بند کرنے کا حکم دیا جائے گا۔"

الجواب اس کشفی واقعہ کو جس کے بیان میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہؑ نے ان پانچوں بزرگوں کا نام بڑے ادب سے یعنی پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی و حسنین و فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہم کے الفاظ سے لیا ہے۔

معترض نے بیداری سے مشابہ کشف میں ان بزرگوں کی آمد کو خلاف ادب قرار دیا ہے۔ حالانکہ کشف کا دکھانا خدا تعالیٰ کا فعل ہے اور اس میں حضرت مرزا صاحب کا کوئی دخل نہیں۔

پھر اس واقعہ میں حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا سے آپؑ کی نسبت "مادرِ مہربان" کی بیان ہوئی ہے۔ گویا ان کا اعزاز مسلّم ہے

اس کشف کی تعبیر یہ ہے کہ ان پانچ بزرگواروں سے آپ کی وہ نسبت بیان کی گئی ہے جو حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے متعلق مادرِ مہربان کے الفاظ سے ظاہر ہوتی ہے۔ اس کشف کو ان بزرگوں کی توہین اور بے ادبی قرار دینا محض سینہ زوری ہے۔ کشف کا دیکھنا بندے کے اپنے اختیار کی بات ہی نہیں ہوتی۔ کیونکہ اس میں بندے کی

ظاہری حس تو دراصل غائب ہوتی ہے اور وہ اس وقت ایک روحانی عالم میں ہوتا ہے جیسا کہ خود حضرت امام مہدی علیہ السلام نے خود یہ الفاظ لکھے ہیں کہ "ایک عجیب عالم ظاہر ہوا" کشف کے معاملات عالمِ برزخ کے مثالی معاملات کی طرح ہوتے ہیں اور جب اس روحانی عالم میں ظاہری حس بھی غائب تھی تو پھر حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کو دیکھ کر اس عالمِ روحانی میں آنکھیں بند کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا۔ خدا تعالیٰ تو آپ پر یہ ظاہر کرنا چاہتا تھا کہ آپ حضرت فاطمہ الزہرا رضؓ کے بطور فرزند کے ہیں اور حضرت علی رضؓ آپؑ کے بطور باپ کے ہیں اور حسنین رضی اللہ عنہم بطور بھائیوں کے ہیں اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم بطور نانا پاک کے ہیں۔ اس کشف میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ آپ ان بزرگواروں سے خونی رشتہ بھی رکھتے ہیں۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ آپ کی بعض دادیاں سادات میں سے تھیں۔ پس چونکہ اس تعلق سے حضرت فاطمہ الزہراؓ کو آپ سے خونی لحاظ سے بھی مادرِ مہربان کا رشتہ ہے اس لئے بھی آنکھیں بند کرنے کا سوال پیدا نہیں تھا اور رشتہ مادری کی شفقت کے اظہار میں آپ سے حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا نے مادرِ مہربان کا سلوک کیا۔ تو اس کو غلط رنگ دینا ان کی شان میں گستاخی اور بے ادبی ہے۔

پس اس واقعہ کشف کو غلط رنگ دے کر اہلِ بیت نبوی کی گستاخی اور بے ادبی کا ارتکاب خود زاہد الحسینی صاحب نے کیا ہے۔

آگے زاہد الحسینی صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تین شعروں

کا ترجمہ پیش کیا ہے جو غالی شیعوں کے رد میں بطور الزام خصم کہے ہیں۔ یہ ترجمہ معترض نے اعجاز احمدی کے ضمیمہ نزول المسیح کے صفحہ نمبر دیئے بغیر سیاق سے الگ کر کے پیش کیا ہے جو یہ ہے:۔

"مجھ میں اور تمہارے حسین میں بہت فرق ہے کیونکہ مجھے تو ہر وقت خدا کی تائید اور مدد مل رہی ہے مگر حسین تم دشت کربلا کو یاد کر لو اب تک تم روتے ہو پس سوچ لو۔ اور میں خدا کا کشتہ ہوں لیکن تمہارا حسین دشمنوں کا کشتہ ہے پس فرق کھلا کھلا اور ظاہر ہے"

معترض کے نزدیک یہ امام حسین علیہ السلام کی شان میں گستاخی ہے۔

الجواب جواباً واضح ہو کہ یہ اشعار ان غالی شیعوں کے مزعومہ اور خیالی حسین کے متعلق ہیں جو اسے تمام رسولوں سے افضل اور شفیع الانبیاء اور انبیاء کا نجات دہندہ جانتے ہیں اور حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام کو امام مہدی اور مسیح موعودؑ ہونے کے باوجود حقیر جانتے ہیں چنانچہ ان اشعار سے پہلے حضرت امام مہدی علیہ السلام لکھتے ہیں:۔

؎ تم نے حسین کو تمام مخلوق سے بہتر سمجھ لیا ہے اور تمام ان لوگوں سے افضل سمجھا جو خدا نے پیدا کئے ہیں

؎ گویا لوگوں میں وہی ایک آدمی تھا اور اس کو خدا نے پاک کیا اور غیر ناپاک ہیں

؎ یہ تو وہی قول ہے جو حضرت عیسیٰؑ کی نسبت نصاریٰ کہا کرتے تھے اے نصاریٰ سے مشابہ!

؎ پس تعجب ہے کہ کیونکر دل باہم مشابہ ہو گئے پس نزدیک ہے کہ آسمان ان کی باتوں سے پھٹ جائیں۔

؎ کیا تو عیسیٰؑ کی طرح ایک بندہ کی حد سے زیادہ تعریف کرتا ہے اور اس کے لئے انبیاء کا مرتبہ قرار دیتا ہے

؎ کاش تجھے سمجھ ہوتی کیا تو نے اس کا مقام دیکھ لیا ہے یا ساری عمارت ظن پر ہے

؎ کیا تو اس کو محض جھوٹ اور افترا کی راہ سے بلند کرنا چاہتا ہے کیا تو اس کو وہ پیالہ پلاتا ہے جو خدا نے اس کو نہیں پلایا۔ (اعجاز احمدی صفحہ ۶۸)

"تم گمان کرتے ہو کہ حسینؓ تمام مخلوق کا سردار ہے اور ہر ایک نبی اسی کی شفاعت سے نجات پائے گا اور بخشا جائے گا۔ پس اگر یہ شرک دین میں جائز ہوتا تو تمام پیغمبر محض لغو طور پر مبعوث شمار کئے جاتے۔" (اعجاز احمدی صفحہ ۸۰)

ان اشعار سے ظاہر ہے کہ ان میں غالی شیعوں کے خیالی حسین کا ذکر ہے اور اس کے مقابلہ میں اپنا خدا سے تائید یافتہ ہونا بیان کیا ہے۔

پس وہ تین اشعار جو معترض نے پیش کئے ہیں ان کے سیاق سے ہم نے دکھا دیا ہے کہ ان کا مورد اہل سنت کے مسلمہ امام حسین رضی اللہ عنہ نہیں ہیں۔ گو امام حسین بلحاظ اصل کے ایک ہی شخص ہیں لیکن ان کے بارہ میں غالی شیعوں کا عقیدہ انہیں حقیقی حسین رضی اللہ عنہ سے مختلف بنا رہا ہے۔ جیسے عیسیٰ علیہ السلام جو مسلمانوں اور عیسائیوں میں مسلّم ہیں اصل میں تو ایک ہی ہیں لیکن عیسائیوں کا خیالی مسیح خدا اور خدا کا بیٹا سمجھا جاتا ہے اور مسلمانوں کے مسلّمہ مسیح علیہ السلام ان کے نزدیک خدا کے نبی اور رسول ہیں یا جیسے آریوں کا

پرمیشور اور مسلمانوں کا خدا حقیقت میں تو ایک ہی ہستی ہے جو اللہ تعالیٰ ہے لیکن آریوں کا اللہ وہ شان نہیں رکھتا جو مسلمانوں کا اللہ رکھتا ہے لہٰذا ان کا پرمیشر (خدا) ایک خیالی وجود ہے کیونکہ آریوں کے نزدیک تو خدا روح اور مادہ کا خالق نہیں بلکہ روح اور مادہ دونوں خدا کے ساتھ ازلی ہیں۔ خدا نے انہیں صرف جوڑ جاڑ کر مخلوق بنا دی ہے پس آریوں کے پرمیشور کا عجز ظاہر کرنا خدا تعالیٰ کی توہین نہیں اسی طرح امام حسینؓ تو ایک ہی ہیں لیکن غالی شیعوں کا حسین چونکہ خدا کا شریک اور نبیوں کا مبعوث کنندہ اور ان سے افضل قرار دیا گیا ہے اس لئے مذکورہ تین شعروں میں ان کا عجز ظاہر کرنا ردّ شرک۔ قیام توحید اور عظمت انبیاء کیلئے ہے نہ کہ بے ادبی اور گستاخی کیلئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی اسی کتاب اعجاز احمدی میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"میں نے اس قصیدہ میں جو امام حسین رضی اللہ عنہ کی نسبت لکھا ہے یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت بیان کیا ہے یہ انسانی کارروائی نہیں۔ خبیث ہے وہ انسان جو اپنے نفس سے کاملوں اور راستبازوں پر زبان دراز کرتا ہے۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ کوئی انسان حسینؓ جیسے یا حضرت عیسیٰؑ جیسے راستباز پر بدزبانی کرکے ایک رات بھی زندہ نہیں رہ سکتا۔ اور وعید مَنْ عَادَ وَلِیًّا لِیْ دست بدست اس کو پکڑ لیتا ہے۔ پس مبارک وہ ہے جو آسمان کے مصالح کو سمجھتا ہے اور خدا کی حکمت عملیوں پر غور کرتا ہے:

(اعجاز احمدی ضمیمہ نزول المسیح ص۳۰)

خدا کی یہ حکمت عملی اور آسمانی مصلحت بطور ردّ شرک ہے نہ بطور توہین امام حسین رضی اللہ عنہ

پس ان اشعار میں حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام نے جو کچھ لکھا ہے اسے کوئی انسانی کارروائی نہ سمجھنا چاہیئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نزدیک آلِ نبی کی شان بہت بلند ہے۔ آپ ایک شعر میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"جان و دلم فدائے جمالِ محمدؐ است
خاکم نثار کوچۂ آلِ محمدؐ است"

کہ میری جان اور میرا دل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ کے جمال پر فدا ہے اور میری خاک آلِ محمدؐ کے کوچہ پر نثار ہے۔

حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام کے نزدیک حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی اصل شان یہ ہے:۔

"مومن وہ لوگ ہوتے ہیں جن کے اعمال ان کے ایمان پر گواہی دیتے ہیں جن کے دل پر ایمان لکھا جاتا ہے جو اپنے خدا اور اس کی رضا کو ہر ایک چیز پر مقدم کر لیتے ہیں اور تقویٰ کی باریک اور تنگ راہوں کو خدا کے لئے اختیار کرتے ہیں اور اس کی محبت میں محو ہو جاتے ہیں اور ہر ایک چیز جو بت کی طرح خدا سے روکتی ہے خواہ وہ اخلاقی حالت ہو یا اعمالِ فاسقانہ ہوں یا غفلت اور کسل ہو سب سے اپنے تئیں دور تر لے جاتے ہیں لیکن

بدنصیب یزید کو یہ باتیں کہاں حاصل تھیں۔ دنیا کی محبت نے
اسے اندھا کر دیا تھا۔ مگر حسین رضی اللہ عنہ طاہر و مطہر تھا اور
بلاشبہ ان برگزیدوں سے ہے جن کو خدا تعالیٰ اپنے ہاتھ سے صاف
کرتا ہے اور اپنی محبت سے معمور کرتا ہے اور بلاشبہ وہ سردارانِ
بہشت میں سے ہے اور ایک ذرہ کینہ رکھنا اس سے
موجب سلب ایمان ہے۔" (فتاویٰ احمدیہ حصہ دوم ص ۴۲)

وجہ کفر شمارہ دہم:

معترض لکھتا ہے:-

"مسلمان اس لئے بھی قادیانیوں کو کافر سمجھتے ہیں کہ مرزا
قادیانی نے مسلمانوں کے تمام علماء کرام اور صوفیاء کرام کو
گالیاں دیں اور سخت گستاخی کا مظاہرہ کیا۔"

الجواب: حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے زمانہ کے بعض علماء کے
متعلق جو سخت الفاظ استعمال کئے ہیں وہ آپ کے خلاف
ان کے تکفیر کرنے اور ان کے افتراء پردازی کرنے پر نہایت مظلوم ہو کر قرآنی ہدایت
جَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا (شوریٰ ۴۱) کے حکم کے ماتحت استعمال
کئے ہیں تاکہ وہ اپنی روش بدلیں۔ مگر ان کلمات کا ذکر کر کے معترض لوگوں کو برانگیختہ
کرنا چاہتا ہے۔ حالانکہ خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری زمانہ کے علماء
کے ایک طبقہ کا ذکر ان الفاظ میں فرمایا ہے کہ:-

"علماءھم شر من تحت ادیم السماء منھم تخرج
الفتنۃ....."

کہ ان کے علماء آسمان کے نیچے شریر ترین وجود ہوں گے ان میں سے ایک فتنہ نکلے گا۔
خدا کے برگزیدوں کی بعثت پر خدا تعالیٰ نے بھی افسوس کا اظہار
کرتے ہوئے فرمایا ہے:-

"یٰحسرۃ علی العباد ما یاتیھم من
رسول الا کانوا بہ یستھزءون ۝"

کہ ان لوگوں پر افسوس ہے کہ کوئی رسول ان کے پاس نہیں آتا مگر
وہ اس سے ٹھٹھا کرتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خلاف بھی ان کے زمانہ
کے علماء نے سخت فتنہ برپا کیا تھا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان کے متعلق
سخت سست کہنا پڑا اور اسی طرح مثیل مسیح حضرت مرزا غلام احمد
علیہ السلام کے خلاف بھی بعض علماء نے نہایت نامناسب زبان استعمال کی
تھی۔ ایسے ہی علماء کی پردہ دری آپ نے کی ہے۔ چونکہ وہ وفات پا چکے ہوئے
ہیں اس لئے اب ہم ان کے بارہ میں کچھ لکھنا نہیں چاہتے۔ صالح علماء و شرفاء
کی شان میں حضرت مسیح موعود نے کوئی کلمہ تحقیر استعمال نہیں کیا۔ آپ تحریر فرماتے ہیں:

"ہم صالح علماء اور مہذب شرفاء کی ہتک سے خدا کی
پناہ مانگتے ہیں خواہ وہ مسلمانوں میں سے ہوں یا عیسائیوں
میں سے یا آریوں میں سے۔ ہمارے نزدیک وہ سب قابل
عزت ہیں بلکہ ہم تو ان کے بیوقوفوں سے بھی واسطہ نہیں

ہمارے مخالف تو بر خود ہی لوگ ہیں جو اپنی بدزبانی اور گندہ دہانی کی وجہ سے مشہور ہو چکے ہیں ورنہ جو لوگ نیک ہیں اور بدزبان نہیں ان کا ذکر ہم ہمیشہ بھلائی کے ساتھ کرتے ہیں اور ان کی عزت کرتے ہیں بلکہ بھائیوں کی طرح ان سے محبت کرتے ہیں۔" (لجۃ النور ترجمہ از عربی)

کیمبلپور میں رہنے والے ڈاکٹر غلام جیلانی برق اپنی کتاب "دو قرآن" میں خاص قسم کے علماء کی نسبت لکھتے ہیں:۔

"قرآن کریم کا ہر حکم فرض ہے۔ ملا کی مکاری ہے کہ وہ پانچ آسان احکام کی محض ظاہری صورت کو تو فرض سمجھتا ہے اور باقی تمام قرآن کے احکام پر عمل کرنے کو یا تو مستحب قرار دیتا ہے یا چھپا جاتا ہے۔" (دو قرآن صفحہ ۲۵ مصنفہ برق صاحب)

پھر صفحہ ۴ پر لکھا ہے:۔

"ہمارا مذہبی رہنما یعنی ملا احکام خدا سے اس قدر جاہل اس قدر کورا اور مطالعہ کائنات سے اس قدر بیگانہ ہے کہ اسے اتنا بھی معلوم نہیں ...... الغرض ملائے اسلام احکام الٰہی سے یکسر غافل معجزات تخلیق سے قطعاً ناآشنا فطرت کے ایمان افروز کارناموں سے بالکل بیگانہ اور پھر بھی علم کا مدعی ہے۔"

پھر دو قرآن کے صفحہ ۱۵ پر لکھتے ہیں:۔

"خالی کلمہ گو قوموں کا ہجوم ہے پیر پرستوں کی بھیڑ ہے۔ دو دو خداؤں کا اژدہام ہے۔ نشہ شفاعت میں مخمور خمار آلود کل ہے

مختصر قوم کا ایک میلہ سا جما ہوا ہے جس میں ہمارے ملا صاحب وضعی احادیث سنا سنا کر مسلم کو اور زیادہ سلا رہے ہیں"

اب کیا زاہد الحسینی صاحب جناب برق صاحب کو بھی ان کی علماء کے متعلق ان تحریروں پر انہیں کافر قرار دینے کے لئے تیار ہیں؟ اگر نہیں تو کیوں؟ بلکہ فقہ حنفیہ میں تو مسلّم ہے

"اگر کسی کے قول میں اکثر وجوہ کفر کی ہوں اور ایک وجہ اس کے کفر میں مانع ہو تو ایسے شخص کو کافر قرار نہیں دینا چاہیئے۔"

(لسان الحکام برحاشیہ معین الحکام صفحہ ۲۵ تالیف علامہ محمد بن شحنہ حنفی)

لیکن زاہد الحسینی نے حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام کے بارہ میں اس مسلّمہ اصول کو طاق نسیان پر رکھا ہوا ہے یہ ان کے تعصب کی انتہا ہے۔

وجہ کفر نمبر ۱۲: معترض نے اپنے کتابچے کے آخر میں صفحہ ۲۱ و ۲۲ پر لکھا ہے:۔

"عام مسلمانوں کے بارے میں مرزا قادیانی کا عقیدہ ملاحظہ ہو

کل مسلم یقبلنی ویصدق دعوتی الا ذریۃ البغایا

ترجمہ۔ کل مسلمانوں نے مجھے مان لیا اور تصدیق کی ہے مگر کنجریوں کی اولاد نے نہیں مانا۔"

الجواب: عربی عبارت کا جو ترجمہ مولوی زاہد الحسینی نے لکھا ہے یہ غلط ترجمہ ہے نیز سیاق و سباق کلام کے لحاظ سے اس عبارت کو بھی معترض نے ادھورا پیش کیا ہے۔ ذریۃ البغایا کے آگے لکھا ہے "الذین ختم اللہ علی قلوبھم فھم لا یقبلون" کہ جن کے دلوں پر مہر لگ چکی ہے وہ قبول

نہیں کریں گے۔ ذریۃ البغایا کے الفاظ سے کسی کے نسب پر طعن مقصود نہیں ان کا حسب
بیان کرنا مقصود ہے پس اس کا ترجمہ اس جگہ کنجریوں کی اولاد غلط ہے۔ مفسدین مراد
ہیں۔ ماسوا اس کے اس عبارت میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ذریۃ البغایا کے
الفاظ مسلمانوں کے لئے استعمال ہی نہیں فرمائے کیونکہ اس سے پہلے آپ نے اپنی دعوت
اسلام کا ذکر فرمایا ہے اور تمام مسلمانوں کے متعلق یہ حسن ظنی ظاہر فرمائی ہے کہ آپ کی طرف سے جو
غیر مسلموں کو اسلام کی دعوت دی جارہی ہے یہ لوگ اس کی تصدیق کرتے ہیں اور میرے اس
کام کو قدر و قبولیت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں البتہ مخالفین اسلام آریہ وغیرہ جو آپ کی
دعوت اسلام کے خلاف ہیں انہیں ذریۃ البغایا بطور استعارہ یعنی سرکش مفسدین
لکھا ہے۔ الّا کا حرف اس جگہ استثناء منقطع کے لئے ہے جیسے آیت قرآنیہ
فسجد الملٰئکۃ کلھم الا ابلیس میں الّا استثناء متصل کے لئے نہیں بلکہ استثناء
منقطع کے لئے ہے کہ سب ملائکہ نے تو سجدہ کیا مگر ابلیس نے انکار کیا۔ ابلیس ملائکہ میں
سے نہ تھا کیونکہ خدا نے اس کے متعلق فرمایا ہے کان من الجن ففسق عن امر ربہ
(الکھف: ۵۱) کہ وہ جنوں میں سے تھا پس اس نے خدا کے حکم کی نافرمانی کی۔ ملائکہ کے
متعلق تو خدا فرماتا ہے یفعلون ما یؤمرون (التحریم: ۷) کہ انہیں جو حکم دیا جاتا ہے
اسے بجا لاتے ہیں پس الّا ذریۃ البغایا میں الّا کے ذریعہ ذریۃ البغایا کا استثناء
کل مسلم سے الا ابلیس کی طرح کا استثناء ہے پس معنی یہ ہوئے کہ مسلمان تو آپ
کی دعوت اسلام کی تصدیق کرتے ہیں لیکن سرکش غیر مسلم جن کے دلوں پر مہر لگ چکی ہے
وہ اس دعوت کے خلاف رہیں گے پس ان الفاظ میں آئندہ زمانہ کے متعلق ایک پیشگوئی کی گئی ہے
مولوی زاہد الحسینی باوجود ذریۃ البغایا کے الفاظ مسلمانوں کو مشتعل کرنے کیلئے ان کے

متعلق قرار دے رہے ہیں پس غلط ترجمہ کر کے مسلمانوں کی ہتک وہ خود کر رہے ہیں۔ حضرت
مسیح موعود علیہ السلام نے تو اپنی کتاب آئینہ کمالات اسلام میں مسلمانوں کی تعریف ہی کی ہے اور
ان سب کو اپنی دعوت اسلام کا مصدق اور قبول کنندہ ہی گمان کیا ہے اور کنجریوں کی اولاد
تو اس محل پر آپ غیر مسلموں کو بھی قرار نہیں دے سکتے تھے کیونکہ محل کلام بیان نسب کا نہیں بلکہ
بیان حسب یعنی عمل کو چاہتا ہے لہٰذا جن غیر مسلموں کا عمل سرکشی والا تھا انہیں آپ نے
ذریۃ البغایا کہہ کر سرکش نسل قرار دیا ہے۔ بغیّ لونڈی کو کہتے ہیں جو ضروری نہیں فاجرہ ہو
اور لونڈی دراصل غیر مسلمہ بنائی جاتی تھی گو بعد میں وہ اسلام قبول کر لے۔ لہٰذا بغایا اپنے اصل
وضع کے لحاظ سے غیر مسلمہ لونڈیاں ہوتی ہیں۔ یہ بھی اس بات کے لئے قرینہ ہے کہ الّا
کے ذریعہ سرکش غیر مسلموں کی حالت کو ذریۃ البغایا یعنی غیر مسلم طبیعۃ عورتوں کی نسل کے
الفاظ سے بطور استعارہ سرکشی کے معنوں میں استعمال کیا۔ جو شریر ہیں ان کا اس جگہ
ذکر نہیں کیا گیا ان کا ذکر اس سے پہلے لجۃ النور کی عبارت میں دکھایا جا چکا ہے جہاں
حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام نے شریروں کی ہتک سے خدا کی پناہ مانگی ہے خواہ وہ مسلمانوں
میں سے ہوں یا آریوں یا عیسائیوں سے اور ان کا ذکر ہمیشہ عزت سے کرنے کا اعتراف کیا ہے

اب ہم خدا کے فضل سے زاہد الحسینی صاحب کی افتراء پردازیوں اور وجوہ کفر کو
رد کر چکے ہیں۔ قارئین کرام کیلئے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے نزدیک عقائد ان کے الفاظ
میں ذیل میں درج ہیں:۔

"یاد رہے کہ جس قدر ہمارے مخالف علماء لوگوں کو ہم سے نفرت دلا کر
ہمیں کافر اور بے ایمان ٹھہراتے اور عام مسلمانوں کو یہ یقین دلانا چاہتے ہیں کہ یہ
شخص مع اس کی تمام جماعت کے عقائد اسلام اور اصول دین سے برگشتہ ہے یہ

ان فاسد مولویوں کے وہ افترا ہیں کہ جب تک کسی دل میں ایک ذرہ بھی تقویٰ ہو ایسے
افترا نہیں کر سکتا۔ جن پانچ چیزوں پر اسلام کی بنا رکھی گئی ہے وہ ہمارا عقیدہ ہے اور جس
خدا کے کلام یعنی قرآن کو پنجہ مارنا حکم ہے اس کو پنجہ مارتے ہیں اور فاروق رضی اللہ عنہ کی طرح
ہماری زبان پر حسبنا کتاب اللہ ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرح اختلاف اور
تناقض کے وقت جب حدیث اور قرآن میں پیدا ہو قرآن کو ہم ترجیح دیتے ہیں بالخصوص
قصوں میں جو بالاتفاق نسخ کے لائق بھی نہیں ہیں اور ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ خدا
تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول
اور خاتم الانبیاء ہیں اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ ملائک حق اور حشر اجساد حق اور روز حساب
حق اور جنت حق اور جہنم حق ہے اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو کچھ اللہ جلشانہٗ نے
قرآن شریف میں فرمایا ہے اور جو کچھ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے وہ
سب بلحاظ بیان مذکورہ حق ہے اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو شخص اس شریعت اسلام
میں سے ایک ذرہ کم کرے یا ایک ذرہ زیادہ کرے یا ترک فرائض اور اباحت کی بنیاد
ڈالے وہ بے ایمان اور اسلام سے برگشتہ ہے اور ہم اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہیں کہ وہ
سچے دل سے اس کلمہ طیبہ پر ایمان رکھیں کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور
اسی پر مریں اور تمام انبیاء اور تمام کتابیں جن کی سچائی قرآن شریف سے ثابت ہے ان
سب پر ایمان لاویں اور صوم و صلوٰۃ اور زکوٰۃ اور حج اور خدا تعالیٰ اور اس کے رسول کے
مقرر کردہ تمام فرائض کو فرائض سمجھ کر اور تمام منہیات کو منہیات سمجھ کر ٹھیک ٹھیک
اسلام پر کاربند ہوں .... (ایام الصلح صفحہ ۸۶-۸۷)

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین!

○